جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

تبلیغ ۱۳۸۶ھش
فروری ۲۰۰۷ء

مصلح موعودؓ نمبر

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک یادگار تصویر

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُھُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ (2:258)

النــــور

فروری 2007

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

لکھنے کا پتہ: **Editors Ahmadiyya Gazette**
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

وَھُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ اِلٰہٌ ؕ وَھُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ○ (الزخرف:85)

اور وہی ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی بہت حکمت والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔ (700 احکامِ خُداوندی صفحہ 45 # 2)

قرآن کریم

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ص وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ج فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o
وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص وَادْعُوْا
شُهَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o

(البقرة: 23-24)

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونے اور آسمان کو چھت کے طور پر بنایا ہے اور بادلوں سے پانی اُتارا ہے پھر اس (پانی) کے ذریعہ سے میووں کی قسم کا رزق تمہارے لئے نکالا ہے پس تم سمجھتے بوجھتے ہوئے اللہ کے ہمسر نہ بناؤ۔ اور اگر اس (کلام) کے سبب سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تم کسی (قسم کے) شک میں (مبتلا) ہو تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ۔ اور اگر تم سچے ہو تو اپنے غیر اللہ مددگاروں کو (بھی اپنی مدد کے لئے) بُلا لو۔

''اس خدا کی عبادت کرو جس نے زمین کو تمہارے لئے فراش کے طور پر بنایا ہے یعنی ایسا بنایا ہے کہ اس سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو اور اس میں آرام کر سکتے ہو۔۔۔ فراش کے طور پر بنانے کے یہ معنے ہیں کہ اس میں انسان کے آرام کے سامان پیدا کئے گئے ہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ زمین پر ہر قسم کا تصرّف انسان کے آرام کا موجب نہیں ہوتا یہی زمین انسان کی ہلاکت کا موجب بھی ہو جاتی ہے پس زمین کی طاقتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے بھی کسی قاعدہ اور دستور کی ضرورت ہے اور وہی قاعدہ اور دستور سب سے زیادہ مناسب ہو سکتا ہے جو زمین کے پیدا کرنے والے کی طرف سے مقرر کیا جائے اسی طرح آسمان کو بطور چھت کے بنایا گیا ہے یعنی حفاظت کا ذریعہ سورج اور چاند ستاروں کی روشنیاں کس طرح ہزاروں فائدے انسان کو پہنچا رہی ہیں مگر ان کی مخالف تاثیرات بھی ہیں جو انسان کے اخلاق و عادات پر اثر ڈالتی ہیں ہزاروں بیماریاں اور حادثات اجرام فلکی کے دوروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سائنسدان تسلیم کریں یا نہ کریں دُنیا پر بعض ایسے حوادث آتے ہیں جو زمینی تغیّرات کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ مثلاً میں نے دیکھا ہے کہ بعض ایام میں عورتیں کثرت سے اسقاط کی مرض میں مبتلا ہوتی ہیں بعض ایام میں لڑکیوں کی پیدائش کی کثرت ہوتی ہے اور بعض میں لڑکوں کی بعض ایام میں تکلیف دہ زچگی کی شکایات بڑھ جاتی ہیں بعض ایام میں دیکھا گیا ہے کہ ہڈی ٹوٹنے کے حادثات کثرت سے ہوتے ہیں بعض ایام میں ریلیں کثرت سے ٹکراتی ہیں ان تغیرات کو

محض حادثہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ آخر اس کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے کہ کیوں بعض ایام میں گر کر سر کو چوٹ آنے کے حادثات زیادہ ہوتے ہیں اور بعض ایام میں گر کر لاتوں کو زیادہ ضربیں آتی ہیں میں نے اپنے ہسپتال کے ڈاکٹر صاحب سے اس کا ذکر کیا اور انہوں نے اس کا خیال رکھا تو بعد میں کئی دفعہ اس کی رپورٹ کی کہ آج فلاں حادثہ کے مریض کثرت سے آرہے ہیں حالانکہ وہ تکلیفیں بیماریوں کا نتیجہ نہ تھیں کہ انہیں وباء کہا جائے بلکہ حادثات تھے جو ایک ہی صورت میں ظاہر ہوئے اور لطیفہ یہ کہ چوٹوں کے مریض آنے شروع ہوئے تو کبھی پے درپے سر کی چوٹوں کے مریض آئے اور کبھی پے درپے لاتوں کی چوٹوں کے مریض آئے اس تجربہ کے بعد انہوں نے تسلیم کیا کہ واقعہ میں یہ امر ایک حیرت انگیز قانون قدرت کے مخفی اسباب پر دلالت کرتا ہے۔

غرض علاوہ اس کے کہ بارشوں، خشک سالی، کھیتوں کے پکنے یا موسمی تغیرات کا تعلق اجرام فلکی سے ہے حوادث اور بعض غیر متعدی بیماریوں کا تعلق بھی اجرام فلکی سے ہے۔۔۔ میں نے کئی دفعہ دوستوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے اور بعد میں اسی طرح مشاہدہ کیا ہے پس ان امور سے ایک عام اندازہ یہ لگایا جاسکتا ہے کہ زمین و آسمان مل کر سارے عالم پر مختلف اثرات ڈالتے ہیں اور اسی قسم کے بعض مشاہدات سے بعض لوگ اس وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ سورج، چاند، ستارے بھی خدائی میں شریک ہیں اور ان کے خوش کرنے کے لئے کئی قسم کی عبادات بجالاتے ہیں مگر یہ سب وہم ہیں جو انسان کو انسانیت سے گرا کر حیوانیت کے مقام تک پہنچادیتے ہیں اصل حقیقت تو ان تاثیرات میں صرف اس قدر ہے کہ انسان اس تمام کائنات کو ایک طبعی مؤثر اپنے اعمال اور قویٰ پر سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی اعانت کا طالب ہو۔ تا کہ اپنے علم سے کام لینے کے بعد جن باتوں کا اسے علم نہیں ان میں خدا تعالیٰ کی مدد اس کی رہنمائی کرے اور اس کی غیبی حفاظت کے سامان کرے ورنہ اس قسم کے امور کو دیکھ کر اجرام فلکی کی عبادت کرنی تو ایسی ہی ہے جیسے کوئی طاعون کے کیڑوں یا ہیضہ کے کیڑوں کی عبادت شروع کردے۔ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک کے بعض جاہل ان چیزوں کی عبادت کر بھی رہے ہیں چنانچہ چیچک کی دیوی کی عبادت تو ہمارے ملک میں مشہور ہے اسی وہم کی بناء پر ہمارے ملک میں چیچک کا نام نہیں لیتے بلکہ اسے ماتا یعنی ماں کہتے ہیں تا کہ وہ مزعومہ دیوی خوش ہو کر ماتا کہنے والے ماں باپ کی اولاد کو چھوڑ دے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

غرض اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے آرام کے سامان پیدا کئے ہیں لیکن یہ سب سامان ظاہر نہیں ان میں سے ظاہر بھی ہیں اور مخفی بھی۔ پس انسان کو اس دنیا کے پیدا کرنے والے رب سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے تا کہ وہ ان سے صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ان کی مخفی مضرتوں سے محفوظ رکھے۔''

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحات 210-211)

احادیثِ مبارکہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَکَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَۃٍ تَقْرَأُھَا۔

(سنن ابو داؤد جلد اوّل، حدیث نمبر1450 صفحہ 547)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن والے سے (یعنی حافظ سے یا ناظرہ خوان سے بھی) کہا جائے گا پڑھتا جا اور چڑھتا جا (کیونکہ جنت کی سیڑھیاں کلام اللہ کی آیتوں کے برابر ہیں) اور ٹھہر ٹھہر کر عمدگی سے پڑھ جیسے دنیا میں عمدگی سے پڑھتا تھا۔ تیرا مقام اس مقام پر ہے جس آیت پر تو ختم کرے گا قرأت کو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَیَتَدَارَسُوْنَہٗ بَیْنَھُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَحَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔

(سنن ابو داؤد جلد اوّل، حدیث نمبر1441 صفحہ 543)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب لوگ ایک گھر میں اللہ کے گھروں میں سے جمع ہو کر قرآن شریف کو پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو پڑھاتے ہیں تو ان پر سکینت اترتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ جلّ جلالہٗ ان کا ذکر کرتا ہے ان لوگوں میں جو اس کے پاس رہتے ہیں۔

ارشاداتِ عالیہ امام الزّمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں''

جب انسان قیام کرتا ہے تو وہ ایک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے۔ایک غلام جب اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر رکوع بھی ادب ہے جو قیام سے بڑھ کر ہے اور سجدہ ادب کا انتہائی مقام ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو فنا کی حالت میں ڈال دیتا ہے اس وقت سجدہ میں گر پڑتا ہے۔افسوس ان نادانوں اور دنیا پرستوں پر جو نماز کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور رکوع سجود پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ تو کمال درجہ کی خوبی کی باتیں ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس عالم سے حصہ نہ رکھتا ہو جہاں سے نماز آئی ہے[1]

حاشیہ: [1] کتابت کی غلطی سے عبارت نامکمل رہ گئی ہے۔بدر میں یہ عبارت یوں درج ہے:۔

''جب تک کہ انسان اس عالم میں سے حصہ نہ لے جس سے نماز اپنی حد تک پہنچتی ہے تب تک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔مگر جس شخص کا یقین خدا پر نہیں وہ نماز پر کس طرح یقین کر سکتا ہے۔''

(بدر جلد6 نمبر1-2 صفحہ12 مورخہ10 جنوری1906)

نماز ایسی چیز ہے جو جامع حسنات ہے اور دافع سیّئات ہے۔ میں نے پہلے بھی کئی مرتبہ بیان کیا ہے کہ نماز کے جو پانچ وقت مقرر کئے ہیں اس میں ایک حقیقت اور حکمت ہے۔نماز اس لئے ہے کہ جس عذاب شدید میں پڑنے والا مبتلا ہے وہ اس سے نجات پا لیوے۔اوقاتِ نماز کے لئے لکھا ہے کہ وہ زوال کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب انسان غنی ہوتا ہے تو وہ طاغی ہو جاتا ہے اور حدود اللہ سے نکل جاتا ہے لیکن جب اس کو کوئی دکھ اور درد پہنچے تو پھر یہ فطرتاً دوسرے کی مدد چاہتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پس جب اس پر ابتداءِ مصیبت ہو تو اسی وقت سے گویا نماز شروع ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص پر غیر متوقع گورنمنٹ کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گیا کہ فلاں امر کے متعلق تم اپنا جواب دو۔ یہ پہلا مرحلہ ہے جو مصیبت کا آغاز ہوا۔اور اس کے امن وسکون میں زوال شروع ہو گیا۔ یہ وقت ظہر کی نماز سے مشابہ ہے۔[2]

حاشیہ: [2] ''حالتِ اول زوال سے شروع ہوتی ہے۔اس سے پہلے انسان اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے اور طاقتور جانتا ہے اور روز روشن کی طرح تمام امور ایک جلوہ رکھتے ہیں اور ان پر کوئی تاریکی نہیں ہوتی۔وہ اپنے آپ کو غیر محتاج کی طرح خیال کرتا ہے اور ایک پُوری راحت

اور آرام کی صورت میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اچانک اس پر ایک وقت آتا ہے کہ وہ زوال کے ساتھ ایک مشابہت رکھتا ہے وہ ابتدائے مصیبت کا وقت ہوتا ہے اور دُکھ، درد اور محتاجی کا احساس شروع ہوتا ہے۔ قبل ازیں اس کو معلوم نہ تھا کہ مجھ پر ایسا وقت آنے والا ہے۔ اچانک کسی کے پاس گورنمنٹ کی طرف سے وارنٹ آتا ہے اور کسی جُرم پر جواب طلبی کی جاتی ہے۔ یہ مصیبت کا پہلا مرحلہ ہے اور نماز ظہر کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ چونکہ انسان کی راحت اور جمعیت میں ایک زوال آ گیا ہے۔'' (بدرؔ حوالہ مذکور)

پھر بعد اس کے جب وہ عدالت میں حاضر ہوا۔ اور بیانات ہونے کے بعد اس پر فرد قرار داد جُرم لگ گئی اور شہادت گزر گئی تو اس کی مصیبت اور کرب پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔ یہ گویا عصر کا وقت ہے۔ کیونکہ عصر کی نماز کا وہ وقت ہے جب سورج کی روشنی بہت ہی کم ہو جاوے۔ یہ عصر کا وقت اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کی عزّت وتوقیر بہت گھٹ گئی[1] اور اب وہ مُجرم قرار پا گیا۔ اس کے بعد مغرب کا وقت آتا ہے یہ وہ وقت ہے جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور یہ اِس وقت سے مشابہ ہے جب حاکم نے اپنا آخری حکم اس کے لئے سنا دیا اور عشاء کا وقت اس سے مشابہ ہے کہ جب وہ جیل چلا جاوے[2] اور پھر فجر کا وہ وقت ہے جب اس کی رہائی ہو جاوے۔[3] ان حالات کے ماتحت ایسے انسان کا درد وسوزش ہر آن بڑھتی جاوے گی یہاں تک کہ آخر اس کی سوزش اور اضطراب اس کے لئے وہ وقت لے آوے کہ وہ نجات پا جاوے۔

1. حاشیہ: بدر سے:۔ ''اور اس کے نُور کی رُوح کھینچ لی گئی ہے۔'' (بدرؔ جلد 6 نمبر 1-2 صفحہ 13)

2. بدر سے:۔ ''کیونکہ تمام روشنی جاتی رہی اور چاروں طرف سے اس پر تاریکی چھا گئی اور وہ قید خانے میں پڑا ہے۔'' (بدرؔ حوالہ مذکور)

3. بدر سے:۔ ''اس لمبی تاریکی کے بعد پھر فجر کا وقت آتا ہے جبکہ وہ قید خانہ سے رہائی پانے لگتا ہے اور دوبارہ اس پر روشنی کا پرتَو پڑتا ہے اور اس کے اردگرد نُور چمکتا ہے۔ یہ پانچ اوقات انسان کے حال پر لازم رکھے گئے ہیں اور ان پانچوں حالتوں کی یاد میں جو کہ اس پر آنے والی ہیں وہ روزانہ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعائیں کرتا ہے کہ وہ ان مشکلات سے بچایا جاوے۔'' (بدرؔ حوالہ مذکور)

اور یہ جو میں نے بیان کیا ہے قیام، رکوع اور سجود کے متعلق، اس میں انسانی تضرّع کی ہیئت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پہلے قیام کرتا ہے۔ جب اس پر ترقی کرتا ہے تو پھر رکوع کرتا ہے اور جب بالکل فنا ہو جاتا ہے تو پھر سجدہ میں گر پڑتا ہے میں جو کچھ کہتا ہوں صرف تقلید اور رسم کے طور پر نہیں بلکہ اپنے تجربہ سے کہتا ہوں بلکہ ہر کوئی اس کو اس طرح پڑھ کر اور آزما کر دیکھ لے۔ اس نسخہ کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس سے مصائب اور مشکلات ہوں اُن کو کھول کھول کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرو کیونکہ یقیناً خدا ہے اور وہی ہے جو ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے انسان کو نکالتا ہے۔ وہ پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو مددگار ہو سکے۔ بہت ہی ناقص ہیں وہ لوگ کہ جب اُن کو مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ وکیل، طبیب یا اور لوگوں کی طرف تو رجُوع کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا خانہ بالکل خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ مومن وہ ہے جو سب سے اوّل خدا تعالےٰ کی طرف دوڑے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحات 110-113)

کلام امام الزّمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خُدا نے چار لڑکے اور یہ دُختر عطا کی، پس یہ احساں ہے سراسر
یہ کیا احساں ترا ہے بندہ پرور کروں کس مُنہ سے شکر اے میرے داور
اگر ہر بال ہو جائے سخن وَر تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر
کریما! دُور کر، تُو ان سے ہر شر رحیما! نیک کر اور پھر معمّر
پڑھایا جس نے اُس پر بھی کرم کر جزا دے دین اور دُنیا میں بہتر
رہِ تعلیم اِک تُو نے بتا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

دیئے ہیں تُو نے مجھ کو چار فرزند اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے پیوند
بنا ان کو نِکوکار و خِردمند کرم سے ان پہ کر راہِ بدی بند
ہدایت کر انہیں میرے خُداوند کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند
تُو خود کر پرورش اَے میرے اخوند وہ تیرے ہیں ہماری عُمر تا چند
یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مَہ سے اندھیرا دکھاؤں گا کہ اک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا دی اک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

پیشگوئی مصلح موعود

''مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سُنا۔ اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفٰے ﷺ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے۔ اور وہ جس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اُسکے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دَولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیّوری نے اُسے کلمہء تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم ہوگا۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزندِ دلبند گرامی ارجمند۔ **مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔** جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ **وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔**''

(اشتہار 20 فروری 1886 مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل)

موعود بیٹے کی ولادت

اس پیشگوئی کے تقریباً تین سال بعد (جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) وہ بچہ جس کے ذکر نے برصغیر پاک و ہند کی مذہبی فضا میں تہلکہ مچائے رکھا بالآخر 12 جنوری 1889 (بمطابق 9 / جمادی الاول 1306ھ) کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات قادیان میں پیدا ہوا۔ اور تفاؤل کے طور پر اس قوی امید کے ساتھ کہ یہ وہی بچہ ثابت ہوگا جس کا وعدہ دیا گیا تھا اس کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا۔ جُوں جُوں مستقبل نے اپنے ورق اُلٹے یہ امر گمان سے یقین میں بدلتا چلا گیا کہ یہ وہی موعود بچہ ہے جس کے وجود کے ساتھ رُوئے زمین پر بسنے والی تمام قوموں کی تقدیر وابستہ ہونے والی ہے اور جس نے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرتے ہوئے زمین کے کناروں تک شہرت پائی ہے۔

آپ کی والدہ حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا دہلی کے ایک قدیم اور معزز سیّد خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جو اپنی بزرگی اور سیادت میں کئی سو سال سے دہلی میں مشہور چلا آرہا تھا۔ اس خاندان کی ہندوستان میں سکونت کی تاریخ حضرت خواجہ سید میر محمد ناصر رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوتی ہے جن کا زمانہ سترھویں صدی عیسوی بتایا جاتا ہے قطع نظر اس کے کہ آیا یہ خاندان پہلی مرتبہ سترھویں صدی ہی میں یا اس سے قبل دہلی میں آکر آباد ہؤا، اس میں شک نہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کی غیر معمولی بزرگی اور بلند مقام کے باعث ہندوستان میں آپ ہی اس خاندان کے جدِّ امجد تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ ایک صاحبِ کشف و رویاء باخدا بزرگ تھے۔ اور آپ کو خاندان کا جدِّ امجد قرار دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خاندان کا بانی قرار دیا ہے۔ یہ کشف اس لحاظ سے نہایت اہم اور قابل ذکر ہے کہ اس کی رُو سے بالآخر اس خاندان کا تعلق اس مہدی کے ساتھ ہونا مقدر تھا جس کی خوشخبری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو دی تھی۔ اس کشف کے مطابق آپ کو عالمِ بیداری میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نظر آئے اور فرمایا کہ نانا جان نے مجھے خاص اس لئے تیرے پاس بھیجا ہے کہ میں تجھے معرفت اور ولایت سے مالا مال کردوں۔ یہ ایک خاص نعمت تھی جو خانوادہ نبوت میں تیرے واسطے محفوظ رکھی گئی۔ اس کی ابتداء تجھ پر ہوئی اور انجام اس کا مہدی معہود علیہ السلام پر ہوگا۔ (حاشیہ: میخانہ درد صفحہ 25 سید ناصر نظیر صاحب فراقؔ دہلوی)

ہماری طرف سے اپنے ایسے تمام قارئین سے جو سلسلہ احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے، یہ گزارش بے جا نہ ہوگی کہ یہ کس قدر عجیب اور دلچسپ واقعہ ہے کہ سترھویں صدی کے ایک بزرگ کی اس پیشگوئی کے تقریباً دو سو سال بعد آپ کے خاندان کی ایک سیّدزادی کی شادی خاندانی روایات کے سراسر خلاف پنجاب کے ایک اجنبی خاندان کے ایک ایسے فرد سے قرار پاتی ہے جو امام مہدی ہونے کا دعویدار ہے اور مزید تعجب اس پر یہ ہے کہ اسی دعویدار کے زمانہ میں چاند اور سورج کو رمضان کے مہینے میں انہی تاریخوں میں گرہن لگ جاتا ہے جن تاریخوں کے متعلق حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ ہمارے مہدی کے زمانہ میں چاند اور سورج کو رمضان کے مہینے میں اِن اِن تاریخوں میں گرہن لگے گا۔

(حاشیہ ''اِنَّ لِمَهْدِيْنَا ايٰتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَلَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔''

(دار قطنی جلد اول صفحہ 188 مطبع انصاری دِلّی)

ترجمہ: ہمارے مہدی کے دونشان ہیں۔ یہ نشان آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت سے لے کراب تک کبھی ظاہر نہیں ہوئے۔ایک تو یہ کہ قمر (چاند) کورمضان میں پہلی رات میں گرہن لگے گا اور دُوسرا یہ کہ سورج کو اُسی رمضان کی درمیانی تاریخ میں گرہن لگے گا اور یہ دونوں باتیں آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت سے نہیں ہوئیں۔

بہرحال یہ نجیب الطرفین بچہ وعدہ کے مطابق 12 جنوری 1889 کو قادیان میں پیدا ہوا۔اور جیسا کہ پیدائش سے قبل آپ کا وجود ہندوستان کی مذہبی دنیا میں موضوعِ بحث بنا ہوا تھا۔اسی طرح پیدائش کے بعد بھی ایک عرصہ تک آپ دوست اور دشمن کی نگاہوں کا مرکز بنے رہے۔دوست کی نگاہِ محبت آپ پر پڑتی تھی کہ آپ ہی وہ پسرِ موعود ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینِ اسلام کی خدمت اور سربلندی کیلئے وقف ہوگا اور دشمن کی نظر یہ موہوم تمنا لئے ہوئے تھی کہ کاش یہ بچہ اُن کی آنکھوں کے سامنے ہلاک ہوکر ایک مرتبہ پھر اُن کو تمسخر اور استہزاء کا موقع بہم پہنچائے۔اگر نگاہوں میں کھا جانے کی طاقت ہوتی اور اگر دشمن کی تمنائیں خدا کی نظر میں ایک ادنیٰ سا درجہ بھی رکھتیں تو اس بچے کے زندہ رہنے یا پنپنے کا کوئی بھی امکان نہ تھا۔لیکن خداتعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ یہ بچہ اس کی رحمت کے سایہ تلے پرورش پائے اور جلد جلد بڑھے اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے۔

تقریباً تین سال قبل پنڈت لیکھرام پشاوری نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ کے نیست و نابود ہونے اور آپ کی نسل کے کاٹے جانے کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی اس میں بیان کردہ مدّت کے پورا ہونے میں بمشکل دو ماہ باقی تھے کہ وہ بچہ پیدا ہوا۔پس اس دو ماہ کے بقیہ عرصہ میں پنڈت لیکھرام کے دل پر جو بیتی ہوگی اس کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کس طرح اس نے اس بچے کی موت کی توقعات میں دن کاٹے اور راتیں بسر کی ہوں گی۔اور کیسی کیسی اس کے دل میں حسرتیں مچلتی ہوں گی کہ کاش یہ لڑکا بھی میری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہوکر میرے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کردے۔یقیناً پہلے دونوں بچوں کا نوعمری میں ہی فوت ہوجانا لیکھرام کی ان امیدوں کے لئے ایک قوی بنیاد مہیا کررہا تھا اور اس کی اس خواہش کا پورا ہونا بظاہر بعید نظر نہیں آتا تھا کہ یہ بچہ بھی تھوڑی مدت زندہ رہ کر پہلے دونوں بچوں کی طرح ہی اپنی ماں کی گود خالی کر جائے گا۔مگر یقیناً اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔آسمان پر کچھ اور ہی فیصلے ہو چکے تھے اور اس تقدیر کو کوئی ٹال نہیں سکتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے نہیں بلکہ خود لیکھرام نے نہایت خائب و خاسر اور نامراد ہوکر بڑی حسرت کے ساتھ اس دنیا سے اُٹھ جانا تھا۔پس ایسا ہی ہوا۔دنوں پر دن گزرتے چلے گئے اور ایک رات کے بعد دُوسری رات آئی لیکن نہ تو لیکھرام کی قہر آلود نظریں اس بچے کو ہلاک کرسکیں نہ اس کی بددعائیں اور دشنام طرازیاں اس کا کچھ بگاڑ سکیں۔دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں اور سالوں میں تبدیل ہوئے لیکن لیکھرام کی پیشگوئی کے پورا ہونے کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے۔یہاں تک کہ خود لیکھرام کی نہایت ذلّت آمیز اور عبرتناک موت کا وقت آپہنچا اور بعینہٖ اُسی طرح جس طرح حضرت مرزا صاحب نے چار سال قبل 1893 میں اس موت کی واضح پیشگوئی فرمائی تھی،عید کے دوسرے روز لیکھرام ایک نامعلوم شخص کے ہاتھوں اس طرح مارا گیا کہ اس نے چُھری کے پے درپے وار کرکے پیٹ چاک کردیا اور انتڑیاں باہر نکل پڑیں۔چنانچہ چند گھنٹے نہایت اذیّت ناک عذاب میں مبتلا رہ کر ڈاکٹروں کی ہر کوشش کو ناکام بناتے ہوئے لیکھرام 6 مارچ 1897 کو خائب و خاسر اس دنیا سے اُٹھ گیا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو دو اَور بھی بیٹے عطا فرمائے اور یہ دونوں بھی بشارات کے مطابق پیدا ہوئے۔پس لیکھرام کی موت کے وقت حضرت مرزا صاحب کو ایک ہی نہیں تین مبشّر بیٹے عطا ہو چکے تھے۔جو تینوں کے تینوں اپنے اپنے رنگ میں عظمت کے نشان لئے ہوئے تھے۔یہ ذکر گزر چکا ہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی مذکورہ پیشگوئی کے مقابل پر لیکھرام کی پیشگوئی بھی اس لئے خاص اہمیت رکھتی تھی کہ چونکہ یہ دونوں پیشگوئیاں ایک ہی خدا کی طرف منسُوب کی جارہی تھیں اور بیک وقت ایک دوسرے کی ضد بھی تھیں اس لئے یہ امر بہرحال قطعی طور پر ثابت تھا کہ ایک اُن میں سے یقیناً جُھوٹی ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قطعی طور پر ایک جھوٹی پیشگوئی خدا کی طرف منسوب کی جارہی ہو تو خدا کا سلوک ایسے بے باک انسانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ اس نہایت اہم سوال کے جواب کے طور پر ہم نے یہاں پنڈت لیکھرام کی نامراد موت کا ذکر کیا ہے۔اگرچہ منطقی امکان اس بات کا موجود تھا کہ دونوں پیشگوئیاں غلط ہوتیں لیکن خداتعالیٰ کے اس مختلف سلوک نے جو بعد میں ظاہر ہوا،قطعی طور پر یہ ثابت کردیا کہ پنڈت لیکھرام کی پیشگوئی جھوٹی تھی اور حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی سچی تھی۔

(سوانحِ فضلِ عمرؓ صفحہ 71-74)

خطاب برموقعہ سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ برطانیہ

یاد رکھیں بحیثیت گھر کے سربراہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ اپنے گھر کے ماحول پر نظر رکھے، اپنی بیوی کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے بچوں کے بھی حقوق ادا کرے

آج ہر احمدی عورت کی غیرت کا تقاضا ہے کہ اس معاشرے میں اعلان کر کے ہر ایک کو بتائیں کہ تم چاہے جتنی مرضی پابندیاں لگا لو ہمارے دلوں سے، ہمارے چہروں سے، ہمارے عملوں سے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو نہیں چھین سکتے۔

پردہ اور حیا کی تعلیم ہر زمانے اور ہر مذہب میں دی جاتی رہی ہے

خطاب فرمودہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
19 نومبر 2006ء، برطانیہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

آپ لوگ یہاں اپنا اجتماع منعقد کرنے کے سلسلے میں جمع ہیں، جس کا آج آخری دن ہے۔ ان اجتماعوں کا انعقاد اس غرض سے کیا جاتا ہے تا کہ یہاں احمدی عورتوں اور بچیوں کو دینی تعلیم وتربیت کیلئے مل بیٹھ کر تعلیمی، تربیتی اور اصلاحی تقاریر اور ہدایات سن کر اپنے اندر کی کمزوریوں کو دُور کرنے کا موقع ملے۔ بچیوں اور بڑی عمر کی لڑکیوں کو اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ مختلف علمی پروگراموں میں حصہ لے کر اپنی علمی صلاحیتوں کو مزید نکھارنے کا موقع ملے، ایک خاص ماحول میسر ہو جس میں اپنی اصلاح کے مزید بہتر راستوں کی نشاندہی کریں اور ان کے بارے میں سوچیں۔ جس قوم کی بچیاں، نوجوان لڑکیاں، عورتیں اس سوچ کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوں جہاں وہ خالص دینی اور روحانی ماحول میں رہ کر پروگراموں میں حصہ لینا چاہتی ہوں، اپنا وقت گزارنا چاہتی ہوں اور گزار رہی ہوں، اس قوم کی نہ تو نسلیں برباد ہوتی ہیں، نہ ان پر کبھی زوال آتا ہے۔ پس آج خالصۃً اللہ کی خاطر ان نیک مقاصد کیلئے اگر کوئی عورت جمع ہوتی ہے تو وہ احمدی عورت ہے۔ اس لئے ہمیشہ اپنے اس مقام کو یاد رکھیں۔

جو علمی اور روحانی مائدہ آپ نے یہاں سے حاصل کیا ہے اور کر رہی ہیں اس سے فائدہ اٹھائیں کہ اسی میں آپ کی بقاء ہے، اسی میں آپ کی نسلوں کی بقاء ہے، اسی میں آپ کے خاندانوں کی عزت اور ان کی بقاء ہے۔ انسان کو کبھی خودغرض نہیں ہونا چاہئے کہ صرف اپنی فکر رہے، صرف اپنی ضروریات کا خیال رکھتا رہے، صرف اپنے جذبات کا خیال رکھے۔ بلکہ دوسروں کی بھی فکر ہونی

چاہئے، دوسروں کی ضروریات کی خاطر قربانی کی سوچ ہونی چاہیئے، دوسروں کے جذبات کا خیال بھی رہنا چاہیئے۔ صرف اپنی عزت کا نہیں سوچنا چاہیئے بلکہ اپنے خاندان اور جماعت کی عزت کا خیال بھی ہر وقت ذہن میں رہنا چاہیئے۔

یہ بات بھی ہر وقت ذہن میں رہنی چاہیئے کہ میرا ایک بصیر خدا ہے جو ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے، میرا ایک علیم وخبیر خدا ہے جس کی نظر کی گہرائی میرے پاتال تک کا بھی علم رکھتی ہے، میرے اندر تک گئی ہوئی ہے، میری ہر بات کی اس کو خبر ہے، اس لئے کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور جب اس کی ہر بات پر نظر ہے، اس کو ہر بات کا علم ہے، اس کو میرے اندر اور باہر کے پل پل کی خبر ہے تو پھر جب میں یہ اعلان کرتی ہوں کہ میں ایک احمدی مسلمان عورت ہوں تو ہمیشہ آپ کو یہ خیال رہے کہ مجھے ان باتوں کی طرف توجہ دینی چاہیئے جو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے ذریعہ ہم تک پہنچائی ہیں۔ اگر کبھی ہم ان باتوں کو کسی وجہ سے بھول گئے تو جب بھی یاد کروائی جائیں تو پھر اللہ کے نیک بندوں کی طرح ان سے ایسا معاملہ کرنا چاہیئے جیسے اللہ کے نیک بندے کرتے ہیں اور جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَاصُمًّاوَّ عُمْيَاناً

(سورۃ الفرقان:74)

یعنی وہ لوگ کہ جب ان کے رب کی آیات انہیں یاد دلائی جاتی ہیں تو ان سے بہروں اور اندھوں کا معاملہ نہیں کرتے۔

تو یقیناً احمدی عورت جس کے دل میں نیکی کا بیج ہے جس نے اسے ابھی تک احمدیت پر قائم رکھا ہوا ہے، جو وفاؤں کی پتلی ہے، جو دین کی خاطر قربانی کا فہم رکھتی ہے، جو خلافتِ احمدیہ سے عشق ومحبت کا تعلق رکھتی ہے، اسے جب نصیحت کی جائے تو اندھوں اور بہروں کی طرح سلوک نہیں کرتی۔ اگر حقیقی احمدی ہے اور یہی ہر احمدی سے امید کی جاتی ہے کہ اسے ہر نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ اندھوں اور بہروں کی طرح کا سلوک اس سے ہو۔ پس جیسا کہ میں نے کہا، ایک احمدی کی یہی سوچ ہونی چاہیئے کہ میں نے ان باتوں کی طرف توجہ دینی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں بتائی ہیں

اور یہی ایک مومن کی نشانی اور ایک مومن کی شان ہے۔ آپ جو عہد کرتی ہیں، ہمیشہ اس عہد کو اپنے سامنے رکھیں۔

دیکھیں جب آنحضرت ﷺ نے عورتوں سے عہدِ بیعت لیا تو اس میں مردوں کے عہدِ بیعت سے زائد باتیں رکھیں، جن کا قرآنِ کریم میں ذکر ملتا ہے۔ جس میں شرک سے بچنے کی طرف توجہ ہے، برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ ہے، اولاد کی صحیح تربیت کرنے کی طرف توجہ ہے اور فرمایا

وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ

(الممتحنہ:13)

کہ نیک باتوں میں تیری نافرمانی نہیں کریں گی۔

تو اللہ تعالیٰ کوئی زبردستی نہیں کر رہا کہ ہر ایک سے زبردستی یہ (عہد) لو۔ ہاں اگر مسلمان ہونے کے لئے آئی ہیں تو پھر ان شرائط کی پابندی کرنی بھی ضروری ہے جو اسلام میں شامل ہونے کیلئے ضروری ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو یہی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پس بعض دماغوں میں خاص طور پر اس ماحول میں آ کے، آج کل کے معاشرے میں ہر جگہ ہی جو یہ خیال آجاتا ہے کہ ہم آزاد ہیں تو یاد رکھیں کہ ایک حد تک آزاد ہیں۔ لیکن جہاں آپ کے دین کے، شریعت کے احکامات کا تعلق ہے وہاں آزاد نہیں ہیں۔ اگر جماعت میں شامل ہوئے ہیں تو ان شرائط کی بہرحال پابند ہیں جو ایک احمدی کیلئے ضروری ہیں۔ دیکھیں ابتداء میں آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جب ان عورتوں نے بیعت کی تھی تو وہ معاشرہ بالکل آزاد تھا، اس میں کوئی قانون نہیں تھا، آج کی برائیوں سے زیادہ ان میں برائیاں موجود تھیں، تعلیم کی کمی تھی، چند ایک مگر وہ بھی معمولی سا پڑھی لکھی تھیں۔ خدا کے وجود کا کوئی تصور نہ تھا، وہ صرف بتوں کو جانتی تھیں، یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ علیم وخبیر اور بصیر خدا کیا ہے؟

لیکن جب بیعت کی تو اپنی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کر لیا۔ جہالت کے اندھیروں سے نکل کر جب اسلام کی روشنی حاصل کی تو علم کی روشنی پھیلانے کا منبع ایک عورت بن گئی، پردے وغیرہ کی تمام رعایت کے ساتھ بڑوں بڑوں کو دین کے مسائل سکھائے اور آنحضرت ﷺ سے یہ

سرٹیفکیٹ حاصل کیا کہ دین کا آدھا علم اگر حاصل کرنا ہے تو عائشہ سے حاصل کرو۔

میدانِ جنگ میں اگر مثال قائم کی تو اپنے پردے کے تقدس کو قائم رکھتے ہوئے، اپنی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں کی فوج سے اکیلی اپنے قیدی بھائی کو آزاد کروا کے لے آئی اور تاریخ میں اس عورت کا ذکر حضرت خولہ کے نام سے آتا ہے۔ پھر مدینہ پر جب کفار کا حملہ ہوا تو مرد اگر خندق کھود کر شہر کی اس طرف سے حفاظت کر رہے تھے تو گھروں کی حفاظت عورتوں نے اپنے ذمہ لے لی اور جب یہودیوں نے جاسوسی کرنے کیلئے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ پتہ کرو تا کہ ہم اس طرف سے حملہ کریں اور مدینہ پر قبضہ کر لیں تو مرد تو اس جاسوس کے مقابلے پر نہ آیا لیکن عورت نے اس کو زخمی کر کے، مار کے باندھ دیا اور اٹھا کر اس کو باہر پھینک دیا۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت عورتیں ہی تھیں جنہوں نے دین کی غیرت میں اور آنحضرت ﷺ کی محبت میں ایک مثالی کردار ادا کیا اور وفا کی ایک مثال قائم کر دی۔ پس یہ طاقت، یہ جرأت، یہ وفا، یہ علم ان میں اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی وجہ سے آیا تھا۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ اگر بے نفس ہو کر اپنے دین کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کریں گی، اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کریں گی، خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ پیدا کریں گی تو آپ میں دین کی غیرت بھی پیدا ہوگی اور وفا بھی پیدا ہوگی اور آپ ہر قسم کے کامپلیکس (Complex) سے بھی آزاد ہو جائیں گی۔ ورنہ اس دنیا کی رنگینیوں میں ڈوب کر دنیاداروں کی طرح غائب ہو جائیں گی۔

پس جس طرح آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی عورت نے اپنے اندر یہ انقلاب پیدا کیا کہ حقیقی مسلمات بنیں، مومنات بنیں، قانتات بنیں، تائبات بنیں، عابدات بنیں، آپ نے بھی اگر ان کے نقشِ قدم پر چلنا ہے تو پھر ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنا ہوگا۔ اگر یہ لاگو نہ کیا تو پھر آپ مسلمان نہیں کہلا سکتیں، اگر آپ نے اپنے ایمانوں میں مضبوطی پیدا نہ کی اور معاشرے کی برائیوں سے اپنے آپ کو نہ بچایا تو مومنات نہیں کہلا سکتیں، اگر فرمانبرداری کے اعلیٰ معیار قائم نہ کئے تو قانتات نہیں کہلا سکتیں، اگر توبہ اور عبادتوں کی طرف ہر وقت توجہ نہ رکھی تو تائبات اور عابدات نہیں کہلا سکتیں۔

پس اپنے جائزے لیں کہ دعوے کیا ہیں اور عمل کیا ہیں، اپنے آپ کو خود Assess کریں، اپنے خود جائزے لیں۔ ہمیشہ اس مقصد کو سامنے رکھیں جو انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنا آپ کا مطمح نظر ہو۔ اپنے لئے بڑے بڑے Targets بنائیں کہ Goal بنائیں جن کو حاصل کرنا ہے۔ اعلیٰ مقاصد کی نشاندہی کریں جن کی طرف بڑھنا ہے۔ جب آپ کے سامنے Targets بڑے ہوں گے تو پھر آپ ان کو حاصل کرنے کیلئے حقیقی کوشش کریں گی۔ لڑکیاں بھی اپنے جائزے لیں اور مائیں بھی اپنے جائزے لیں۔ اس سے آپ اپنی بھی اصلاح کر سکتی ہیں اور اپنی نسل کی بھی اصلاح کر سکتی ہیں، بچوں کی تربیت بھی اچھے رنگ میں کر سکتی ہیں۔ آج معاشرے میں اسلام کے خلاف ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں، آج اس کے دفاع کیلئے ہر احمدی بچی، ہر احمدی لڑکی اور ہر احمدی عورت کو اسی طرح میدانِ عمل میں آنے کی ضرورت ہے جس طرح پہلے زمانے کی عورت آئی یا قرونِ اولیٰ کی عورت آئی، ورنہ پھر آپ پوچھی جائیں گی کہ تمہارے سپرد کام کیا تھا اور تم نے کیا کیا؟ تمہارے دعوے کیا تھے اور تمہارے عمل کیا تھے؟

آج عورت کے حوالے سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں، بڑا Issue آجکل جو اٹھا ہوا ہے وہ حجاب یا اسکارف یا برقعہ کا مسئلہ ہے۔ مرد اس کی لاکھ وضاحتیں پیش کریں، جتنی مرضی اس کی توجیہیں پیش کریں کہ اسلام میں پردہ کیوں کیا جاتا ہے، جتنی مرضی اس کی Justification پیش کریں اس کا صحیح جواب اگر کوئی دے سکتی ہے تو وہ ایک باعمل اور نیک احمدی عورت دے سکتی ہے۔ پس بجائے کسی کامپلیکس (Complex) میں مبتلا ہونے کے، جرأتمند مسلمان احمدی عورت کی طرح اپنے عمل سے اور دلائل سے اس بات کو اپنے ماحول میں، اپنے معاشرے میں پہنچائیں کہ یہ قرآنی حکم ہماری عزتوں کیلئے ہے، ہمارا شرف بحال کرنے کیلئے ہے، یہ کوئی قید نہیں ہے۔

ان لوگوں کی حالت بھی دیکھ لیں۔ ایک طرف تو یہ لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں جبر ہے، سختی ہے، اور دوسری طرف خود بھی کسی کے ذاتی

معاملات میں دخل اندازی کر رہے ہیں۔ اگر کوئی عورت اسکارف لینا چاہتی ہے، حجاب لینا چاہتی ہے تو ان سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ آجکل کیونکہ عمل تو رہا نہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانا ان مسلمان عورتوں کی اکثریت پردہ نہیں کرتی تو اسلام انہیں کوئی سزا نہیں دیتا، کوئی قانون انہیں سزا نہیں دے رہا۔ لیکن جو دین کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے پردہ کرتی ہے اس پر کسی دوسرے مذہب والے کا کیا حق ہے کہ کہے کہ سخت قانون بنانا چاہئے تا کہ وہ پردہ نہ کرے، اسکارف نہ لے، سر نہ ڈھانپے۔ کل کو کہہ دیں گے کہ یہ تمہارا لباس ٹھیک نہیں ہے، شلوار نہیں پہننی، فراکیں پہنو یا جین پہنو یا میکسی یا کوئی ایسی چیز پہنو، ہمیں اعتراض ہے اور پھر اس پر بھی اعتراض شروع ہو جائے گا۔ پھر یہ کہہ دیں گے کہ چھوٹی فراکیں پہنو، اس طرح کی پہنو اور پھر منی اسکرٹ پہنو، پھر ننگے ہو جاؤ۔

تو ان لوگوں کا کسی عورت کی عزت سے کھیلنے کا کوئی حق نہیں بنتا۔ یہ آپ لوگ ہیں جنہوں نے جواب دینے ہیں کہ تم کسی کے ذاتی معاملات میں دخل دینے والے کون ہو؟ ان سے پوچھیں کہ یہ بھی تو آزادی سلب کرنے والی بات ہے۔ کسی کا لباس اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ یہ کیوں اس کے لباس پہننے کی آزادی کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن کیونکہ ان کی حکومتیں ہیں، دنیا میں آجکل ان کا سکّہ چلتا ہے اس لئے ناجائز اور احمقانہ باتیں کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑی عقل کی بات کی ہے۔ تو احمدی عورت نے اپنی عزت بھی قائم کرنی ہے اور ہر ایسے اعتراض کا جواب بھی دینا ہے۔ اس کیلئے تیار ہو جائیں۔

بعض عورتیں احمدی کہلا کر بھی پتہ نہیں کیوں کسی کامپلیکس (Complex) کا شکار ہو جاتی ہیں۔ کسی نے بتایا کہ ایک عورت نے کہا کہ میری بیٹی اگر اسکارف نہیں پہنتی یا جینز اور دوسرا لباس پہنتی ہے تو اسے کچھ نہ کہو، وہ بڑی ڈیسنٹ ہے۔

ڈیسنٹ کیوں ہے؟ کہ اس کی لڑکوں سے دوستی نہیں ہے۔ وہ آزاد ہے، اپنا اچھا برا جانتی ہے۔ تو یہ تو بچوں کی تربیت خراب کرنے والی بات ہے۔ آج اگر دوستی نہیں ہے تو کل کو دوستی ہو بھی سکتی ہے، آج اگر کسی برائی میں مبتلا نہیں ہے تو اسی آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی برائی میں مبتلا ہو بھی سکتی ہے۔ **اگر وہ آزاد ہے، اپنا اچھا برا جانتی ہے اور اس بات پر آزاد ہے کہ اسلامی حکم یا قرآنی حکم پردے پر عمل نہ کرے تو پھر جماعت بھی آزاد ہے، نظامِ جماعت بھی آزاد ہے، خلیفۂ وقت سب سے زیادہ اس کا حق رکھتا ہے کہ ایسے لوگوں کو پھر جماعت سے باہر کر دے جنہوں نے قرآنِ کریم کے بنیادی حکم کی تعمیل نہیں کرنی۔**

اگر آپ ایک دنیاوی کلب بھی جائن (Join) کرتے ہیں تو اس کی بھی ممبرشپ کے کوئی قواعد وضوابط ہوتے ہیں۔ اگر ان کو پورا نہ کریں تو ممبر شپ ختم ہو جاتی ہے۔ تو دین کا معاملہ تو خدا کے ساتھ ایک بانڈ (Bond) ہے ایک عہدِ بیعت ہے۔ اگر اس کی واضح تعلیم کے خلاف عمل کریں گی اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے انکار کریں گی تو پھر اگر آپ کی لڑکی کو یا آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ پردہ نہ کریں تو پھر مجھے بھی یہ حق حاصل ہے، اسی حق کی وجہ سے جو آپ کو حاصل ہے کہ پھر ایسے نافرمانوں کو جماعت سے نکال کر باہر کر دوں۔ مَیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ایسا کروں گا، اس لئے کسی کو کوئی شکوہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ یہاں میں انتظامیہ کو بھی یہ بتا دوں کہ پہلے Step میں یہ جائزہ لیں کہ کوئی لڑکی، کوئی ایسی عورت عہدیدار نہ ہو جو پردہ نہ کرتی ہو اور اگر باپردہ کام کرنے والی نہیں ملتی تو اس مجلس کو جس مجلس میں کام کرنے والی کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو باپردہ ہو کسی ساتھ کی مجلس کے ساتھ Attach کر دیں یا کوئی باپردہ چاہے کم علم رکھنے والی ہو تو اس کو کام سپرد کر دیں۔ اگر اس مجلس میں کوئی بھی نہیں ملتا جو اسلامی حکم کہ 'اپنے سر اور بال اور زینت کو ڈھانپو' پر عمل کر رہی ہو اور قریب کوئی مجلس بھی نہ ہو تو پھر ایسی مجلس کو ہی بند کر دیں۔ اوّل تو مجھے امید ہے کہ یہ جو میں نے انتہائی صورت پیش کی ہے ایسی خوفناک شکل کہیں نہیں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ کے فضل سے جماعت میں نیکیوں میں آگے بڑھنے والی بے شمار خواتین ہیں۔ اگر بڑی عمر کی عورتوں میں سے نہیں تو نوجوان بچیوں میں سے مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ایسی ہیں جو منافقت سے پاک ہیں، جو کسی قسم کی منافقت نہیں کرتیں۔ بعض اپنے گھر کے ماحول کی وجہ سے ایسی ہوں گی لیکن بہت ساری ایسی ہیں جو اپنے بڑوں سے زیادہ نیکیوں پر قائم ہیں۔ کوشش کرتی ہیں کہ حجاب لیں، حیا رکھیں۔ ایم ٹی اے کیلئے ایک پروگرام انہوں نے بنایا ہے جو

ابھی دکھایا نہیں لیکن مَیں ریکارڈنگ دیکھ رہا تھا اس میں ہماری ایک بچی نے جو ٹیچر بھی ہے، جب سکول میں حجاب کا مسئلہ آیا تو یہ کہا کہ مَیں سکول میں بھی سر ڈھانکوں گی کیونکہ مَیں بچوں کو سکول میں یہ نہیں سکھانا چاہتی کہ مَیں نے منافقانہ رویّہ یا دوہرا معیار رکھا ہوا ہے۔ بچے مجھے باہر اسکارف میں دیکھ لیں گے تو کہیں گے کہ سکول میں کیوں نہیں لیتی، سکول میں سر کیوں نہیں ڈھانکتی؟ وہاں ایک Discussion یہ بھی ہو رہی تھی کہ پرائمری سکول میں چھوٹے بچوں کو پڑھانے والی ہماری ایک ٹیچر ہے وہ سر نہیں ڈھانپتی۔ ٹھیک ہے جہاں چھوٹے بچے ہوں، عورتیں ہوں بے شک نہ ڈھانپیں، کوئی حرج نہیں۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ جس بچی نے کہا کہ مَیں سکول میں بھی سر ڈھانکوں گی، اس کے سکول میں بڑے بچے ہوں۔

تو بہرحال پردہ ایک اسلامی حکم بھی ہے اور ایک احمدی عورت اور نوجوان لڑکی کی شان بھی ہے اور اس کا تقدّس بھی ہے کیونکہ احمدی عورت کا تقدّس بھی اسی سے قائم ہے، اس کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اسکارف کے ساتھ نچلا لباس بھی ڈھیلا ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ زینت نظر نہ آئے۔ بعض غیر از جماعت لڑکیاں نظر آجاتی ہیں، انہوں نے اسکارف تو شاید اس ری ایکشن (Reaction) میں لیا ہوتا ہے کہ ہمیں کیوں اسکارف لینے سے روکا جا رہا ہے۔ لیکن ان کا جو لباس ہوتا ہے وہ Tight جینز اور بلاؤز پہنے ہوتے ہیں۔ اس پردے کا کوئی فائدہ نہیں، وہ تو منافقت ہے۔ پردہ ایسا ہو جو پردہ بھی ہو اور وقار بھی ہو۔

پھر مجھے پتہ چلا ہے کہ ایک جگہ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں تو ایک عہدیدار عورت نے دوسری کو کہا کہ حالات کی وجہ سے اب پردے میں ہمیں کچھ Relax ہونا چاہئے، اتنی سختی نہیں کرنی چاہئے۔ ٹھیک ہے Relax ہو جائیں تو جس طرح مَیں نے پہلے کہا ہے کہ پھر وہ اپنا حق استعمال کریں اور مَیں اپنا حق استعمال کروں گا۔ یہ تو نہیں ہے کہ آپ اپنے حق لیتی رہیں اور میرا حق کہیں کہ تم استعمال نہ کرو۔ میں نے تو بہرحال اس حکم کی پابندی کروانی ہے انشاء اللہ تعالیٰ، جو قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے۔ نہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا دروازہ کھلا ہے جو جانا چاہتا ہے چلا جائے۔

مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کامپلیکس (Complex) کس وجہ سے ہے، کیسا ہے، کیوں ہے؟ یہاں کی لوکل برٹش عورتیں بھی ہیں، یورپ میں اور جگہ بھی احمدی ہوتی ہیں، لڑکیاں بھی ہیں، جماعت میں داخل ہو رہی ہیں۔ انہوں نے تو اسکارف پہننا شروع کر دیا ہے، اپنے سر ڈھانکنے شروع کر دیئے ہیں اور آپ لوگوں میں سے بعض ایسی ہیں جو احساسِ کمتری کا شکار ہو رہی ہیں۔ ابھی کل ہی یہاں کی ایک انگریز لڑکی جو چند دن پہلے احمدی ہوئی ہے مجھے ملی ہے، اس کو تو اسکارف یا حجاب کی کوئی عادت نہیں تھی لیکن اس نے بڑا اچھا حجاب لیا ہوا تھا۔ یہ لوگ تو اس خوبصورت تعلیم پر عمل کرنے کیلئے اسے قبول کر رہے ہیں اور ہماری بعض خواتین احساسِ کمتری کا شکار ہیں اس پر سوائے اِنَّالِلّٰہِ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ اس طرح سختی سے جماعت کم ہو گی، جماعت سے لوگ دوڑنا شروع ہو جائیں گے تو یاد رکھیں کہ جماعت کم نہیں ہو گی۔ ایسی تمام عورتیں بھی اگر چھوڑ دیں تو اللہ میاں کا وعدہ ہے اور اس کے مطابق وہ نئی قومیں عطا فرمائے گا۔ یہاں کے برٹش لوگوں میں سے بھی جو عورتیں آئی ہیں، احمدی ہوئی ہیں بڑی مخلص ہیں اور آئندہ بھی ان لوگوں میں سے ہی آپ دیکھیں گی کہ قطراتِ محبت ٹپکیں گے جو اسلام اور اسلام کی تعلیم سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ ابھی جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ کل ہی مجھے ملی ہیں اور بہت ساری ایسی ہیں، اس وقت یہاں میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہیں جو خود احمدی ہوئی ہیں اور پھر احمدیت میں ترقی کرتی چلی گئیں۔ یہاں آپ کی صدر صاحبہ ہیں یہ بھی تو پاکستانی نہیں، جرمن ہیں، پردہ کرتی ہیں، برقعہ پہنتی ہیں ان کو تو کوئی کامپلیکس نہیں۔ تو جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا ہے وہ خاتون جو شاید عہدیدار بھی ہے، وہ پردے میں Relax ہونا چاہتی ہے۔ اصل بات جو مَیں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ بنیادی طور پر وہ اعتراض مجھ پر کرنا چاہتی ہے کہ مَیں پردے کے معاملہ میں سختی کرتا ہوں۔ اس قسم کے لوگ جو گول مول باتیں کرتے ہیں یہ بھی منافقانہ حرکت ہے، پس اپنے آپ کو سنبھالیں۔ اور ان نئی احمدیوں سے میں کہتا ہوں جو ان قوموں میں سے آ رہی ہیں کہ اگر یہ پیدائشی احمدی اپنے پر اسلامی تعلیم لاگو نہیں کرنا چاہتیں تو ان کو نہ دیکھیں، آپ آگے بڑھیں اور ان

لوگوں کیلئے نمونہ بن جائیں اور آگے بڑھ کر اسلام اور احمدیت کے حسن اور خوبیوں کو اس ماحول میں پھیلائیں۔

پردہ اور حیا ہر زمانے میں، ہر مذہب کی تعلیم رہی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے وقت میں بھی قرآن کریم میں جن دو عورتوں کا ذکر ہے کہ وہ ایک طرف کھڑی تھیں، اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا رہی تھیں تو وہ پردہ اور حیا کی وجہ سے ہی کھڑی تھیں کہ مرد جب فارغ ہو جائیں گے تب ہم آگے جائیں گی۔

پس حیا کو ایمان کا حصہ سمجھیں اور یہی ہمیں سکھایا گیا ہے۔ عیسائی عورتیں شروع زمانے میں پردہ کرتی تھیں، اپنے لباس ڈھانکے ہوئے پہنتی تھیں، بائبل میں پردے کی یہ تعلیم کئی جگہ درج ہے۔ اگر آج عیسائی پردہ نہیں کر رہے جن کو دیکھ کر آپ متاثر ہو رہی ہیں تو وہ اپنے دین کو بھول رہے ہیں۔ اگر اپنے دین کو یاد رکھیں، اس پر عمل کریں تو بیشمار برائیاں جوان لوگوں میں راہ پا گئی ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ یہاں میں آپ کی تسلی کیلئے، جن لوگوں کو کامپلیکس ہے ان کیلئے بائبل میں سے چند حوالے پیش کر دیتا ہوں، ایک حوالہ ہے:

''عورت مرد کا لباس نہ پہنے اور نہ مرد عورت کی پوشاک پہنے کیونکہ جو ایسے کام کرتا ہے وہ خداوند تیرے خدا کے نزدیک مکروہ ہے۔''

(استثناء باب 22آیت 5)

اس کی ٹرانسلیشن میں شاید دقّت پیش آئے اس لئے مَیں اصل انگلش version بھی پڑھ دیتا ہوں۔

"A woman must not wear men's clothing, nor a man wear women's clothing, for the Lord your God detests anyone who does this."

(Deuteronomy 22:5)

پھر بائبل میں لکھا ہے:

"حسن دھوکا اور جمال بے ثبات ہے۔ لیکن وہ عورت جو خداوند سے ڈرتی ہے ستودہ ہوگی۔"

(امثال باب 31آیت 30)

اس کا انگلش ترجمہ یہ ہے:۔

"Favour is deceitful, and beauty is vain: but a woman that feareth the Lord, she shall be praised."*(Proverbs 31:30)*

پھر ایک جگہ لکھا ہے:

''اسی طرح عورتیں حیادار لباس سے شرم اور پرہیزگاری کے ساتھ اپنے آپ کو سنواریں نہ کہ بال گوندھنے اور سونے اور موتیوں اور قیمتی پوشاک سے۔ بلکہ نیک کاموں سے جیسا خدا پرستی کا اقرار کرنے والی عورتوں کو مناسب ہے۔''

(ا۔ تیمتھیس باب 2آیت 10,9)

"I also want women to dress modestly, with decency and propriety, not with braided hair or gold or pearls or expensive clothes, but with good deeds, appropriate for women who profess to worship God." (Timothy 2:9-10)

پھر ایک ہے:

''جو مرد سر ڈھنکے ہوئے دعا یا نبوت کرتا ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتا ہے اور جو عورت بے سر ڈھنکے دعا یا نبوت کرتی ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتی ہے کیونکہ وہ سر مُنڈی کے برابر ہے۔ اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے۔ اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔ البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہئے کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے مگر عورت مرد کا جلال ہے۔''

(1۔ کرنتھیوں باب 11آیت 4 تا 7)

تو اسلام پر تو یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ضمنی بات بھی آ گئی کہ مرد کو عورت سے Superior تو یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مرد کا اپنا

ایک مقام ہے عورت کا مقام نہیں۔تو بہر حال یہ تو ضمنی بات تھی،اس وقت تو بحث نہیں ہوسکتی۔اس کا انگلش Version یہ ہے کہ:

"Any man who prays or prophesies with something on his head,disgraces his head, but any woman who prays or prophesies with her head unveiled disgraces her head. It is one and the same thing as having her head shaved. For if a woman will not veil herself, then she should cut off her hair; but if it is disgraceful for a woman to have her hair cut off or to be shaved, she should wear a veil. For a man aught not to have his head veiled, since he is the immage and reflection of God; but woman is the reflection of man."*(Corinthians 11: 4 - 7)*

تو یہ سب دیکھنے کے بعد آپ لوگوں کو مضبوط ہونا چاہئے،مزید مضبوط ہونا چاہئے کہ آپ تو اپنی تعلیم پر عمل کرنے والی ہیں جو اسلام کی خوبصورت تعلیم ہے اور جو زندہ خدا کے ساتھ تعلق جوڑنے والی ہے۔جبکہ یہ مغربی معاشرہ مذہبی دیوالیہ ہو چکا ہے،اپنے دین کی ہدایات کو بھلا بیٹھا ہے۔پس ان کو کہیں کہ ہمارے خلاف باتیں کرنے کی بجائے،مضمون لکھنے کی بجائے،قانون بنانے کی بجائے،بیان دینے کی بجائے اپنی فکر کرو،ہمارے سر ننگے کرنے کی بجائے جو ہم اپنی خوشی سے ڈھانپتی ہیں،اپنی تعلیم کے مطابق اپنی عورتوں کے سر ڈھانپو۔

پس مَیں دوبارہ یہ کہتا ہوں کہ بجائے یہ کہنے کے کہ پردہ میں نرمی کر دیا مجھے ڈھکے چھپے الفاظ میں یہ کہنے کے کہ پردہ کے معاملہ میں سختی کرتا ہے،اپنے احساسِ کمتری کو ختم کریں جن میں بھی یہ احساسِ کمتری ہے اور اس تعلیم پر عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو برائیوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔مرد کو عورت سے پہلے اس بات کی تلقین کی ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھو،اپنی نظریں نیچی رکھو۔پھر عورت کو حکم دیا ہے کہ نظریں نیچی رکھو۔اور مرد میں عورت کی نسبت کیونکہ بیبا کی زیادہ ہوتی ہے اس لئے عورت کو حکم دیا کہ گو کہ نظر نیچی رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کا دونوں کو حکم ہے تاہم مرد کی فطرت کی وجہ سے تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی زینت کو ڈھانکو تا کہ مرد کی بے محابا اُٹھی ہوئی نظر سے بچ سکو۔

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ پہلے خلفاء نے پردہ کے بارہ میں اتنی سختی نہیں کی تھی تو چند حوالے وہ بھی میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں تا کہ تسلی ہو جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے۔پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اَور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ104، جدید ایڈیشن)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بھی اس بارہ میں ایک بیان ہے،فرماتے ہیں:

''شرعی پردہ جو قرآن شریف سے ثابت ہے یہ ہے کہ عورت کے بال، گردن اور چہرہ کانوں کے آگے تک ڈھکا ہوا ہو۔اس حکم کی تعمیل میں مختلف ممالک میں اپنے حالات اور لباس کے مطابق پردہ کیا جاسکتا ہے۔''

(الفضل مؤرخہ 3/ نومبر 1924ء)

پھر فرماتے ہیں کہ:

''ہاتھ کے جوڑ کے اوپر (ہاتھ کا اشارہ کر کے بتایا کہ ''یہاں سے'')

سارے کا سارا حصہ پردہ میں شامل ہے۔''

(الازھار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ 150)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بیان بھی بڑا سخت ہے، یہ بھی غور سے سن لیں۔ ناروے میں لجنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

''میں ایسی خواتین سے جو یہاں پردہ کو ضروری نہیں سمجھتیں پوچھتا ہوں کہ انہوں نے پردہ کو ترک کر کے اسلام کی کیا خدمت کی ہے............آج بعض یہ کہتی ہیں کہ ہمیں یہاں پردہ نہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ پھر کہیں گی کہ ننگ دھڑنگ سمندر میں نہانے اور ریت پر لیٹنے کی اجازت دی جائے۔ پھر کہیں گی شادی سے پہلے بچہ جننے کی اجازت دی جائے۔ مَیں کہوں گا پھر تمہیں دوزخ میں جانے کیلئے بھی تیار رہنا چاہئے......وہ اپنے آپ کو ٹھیک کر لیں قبل اس کے کہ خدا کا قہر نازل ہو۔''

(دورہ مغرب اگست 1980ء صفحہ 239,238)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ:

''......کیونکہ میں محسوس کر رہا تھا کہ دنیا میں اکثر جگہ پردہ اس طرح غائب ہو رہا ہے کہ گویا اس کا وجود ہی کوئی نہیں اور اس کے نتیجے میں جو انتہائی خوفناک ہلاکتیں سامنے کھڑی قوم کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی ہیں، ان ہلاکتوں کا کوئی احساس نہیں ہے۔ ماں باپ اپنی بے عملی اور غفلتوں کے نتیجے میں اپنی نئی نسلوں کو ایک معاشرتی جہنم میں جھونک رہے ہیں اور کوئی نہیں جو اس کی پرواہ کرے۔ یہ صورتِ حال ساری دنیا میں اتنی سنگین ہوتی جا رہی ہے کہ مجھے خیال آیا کہ اگر احمدیوں نے فوری طور پر اسلام کے دفاع کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں نہ لیا تو معاملہ حد سے آگے بڑھ جائے گا............''۔

پھر آپ نے فرمایا:

''............پھر ایسی خواتین ہیں جن کو باہر تو نکلنا پڑتا ہے لیکن وہ سنگھار پٹار کر کے نکلتی ہیں۔ اب کام کا سنگھار پٹار سے کیا تعلق ہے؟............''۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

''............عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر ہم اس دنیا میں جہاں سے پردے اٹھ رہے ہیں اپنی سہیلیوں کے سامنے برقع پہن کر جائیں گی تو وہ کہیں گی کہ یہ اگلے وقتوں کی ہیں، پگلی ہیں، پاگل ہوگئی ہیں، یہ کوئی برقعوں کا زمانہ ہے اور یہی بات مردوں کو بھی تکلیف دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ عزتِ نفس اور دوسرے کا کسی کی عزت کرنا انسان کے اپنے کردار سے پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کی نظر میں لباس کی کوئی بھی حیثیت نہیں رہتی۔ اگر کوئی آدمی صاحبِ کردار ہو تو اس کی عزت پیدا ہوتی ہے اور یہ عزت سب سے پہلے اپنے نفس میں پیدا ہونی چاہئے۔''

(خطبات طاھر جلد اوّل صفحہ 361 تا 367)

پھر آپ نے فرمایا:۔

''یہاں پرورش پانے والی بچیاں اپنے سر کے بالوں کے بارے میں ایک ذہنی الجھن میں مبتلا ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ بالوں کو ڈھانک کر رکھنا ایک دقیانوسی بات ہے (بڑی Backwardness ہے)۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نیم دلی سے قدم اٹھاتی ہیں نہ کہ بشاشتِ قلبی سے۔ وہ دراصل یہ کہہ رہی ہوتی ہیں کہ اے خدا تو ہمیں اسی طور سے قبول فرما لے کہ ہم دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہیں مگر اس طور سے جس طور سے یہودی اپنے سر کی پشت پر ایک چھوٹی سی "چپنی نما" ٹوپی پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ پس تو اپنی طرف اٹھا ہوا یہ ادھورا قدم بھی قبول فرما لے۔ لیکن اگر آپ سب کچھ خدا کی خاطر کرتی ہیں تو پھر یہ بالکل نامناسب ہے۔ یاد رکھیں کہ عورتوں کے خدوخال کا سب سے دلکش حصہ ان کے بال ہوتے ہیں، بالخصوص جب کہ وہ سامنے کی طرف لٹکے ہوئے ہوں۔ بعض لڑکیوں کو مَیں نے دیکھا کہ جب وہ دوپٹہ اپنے سر پر کھینچتی ہیں تو ایسے طریق سے کہ جس سے ان کے بال سامنے کی طرف جھک آئیں......۔ (آپ یہ دیکھیں کہ) کیا مَیں خدا تعالیٰ کی زیادہ پرواہ کرتی ہوں یا انسانوں کی؟''

(بچوں کی اردو کلاس مؤرخہ 06.06.98)

تو یہ تھے مختلف خلفاء کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان۔ بعض لوگوں میں

جو یہ سوچ پیدا ہوگئی ہے کہ فلاں خلیفہ نے تو ایسا نہیں کہا تھا اور فلاں خلیفہ کہہ رہا ہے۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ آپ لوگ بغیر علم کے خلفاء پر بدظنی کر رہی ہیں کہ نعوذ باللہ وہ اللہ تعالیٰ کے بنیادی حکم پر عمل نہیں کروانا چاہتے تھے۔ جتنے خلفاء پہلے گزرے ہیں میں نے سب کا بیان پڑھ دیا تا کہ آپ لوگوں میں سے جس کسی کے ذہن میں بھی یہ غلط فہمی یا خنّاس تھا تو وہ دور ہو جائے۔

دوسری بات یہ کہ بعض حالات میں کوئی خلیفہ کسی بات پر زیادہ زور دیتا ہے اور کوئی کسی بات پر۔ اس لئے یہ کہنا کہ پہلے خلیفہ نے اس بارہ میں یہ بات کی تھی، تم بھی اس بارے میں اسی طرح کرو یہ تو خلافت کو پابند کرنے والی بات ہے اور اس کی بے ادبی ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ آپ نے بیعت صرف معاشرے کے دباؤ، ماں باپ کے دباؤ، خاوند کے دباؤ یا بچوں کے دباؤ کی وجہ سے کی ہے، دل سے نہیں کی۔ اگر دل سے بیعت کی ہو تو تمام معروف فیصلوں پر عمل کرنے کا جو عہد آپ نے کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہو اور کبھی ایسی بات نہ نکلے کہ یہ فیصلہ کیوں کیا اور یہ فیصلہ کیوں نہیں کیا؟ میں پھر واضح کر دوں کہ وہ چند ایک لوگ میرے زیادہ مخاطب ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں، سارے نہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے منسلک رہنا ہے تو قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکامات کی پابندی کرنی ہوگی۔ پھر جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا دو عملی نہیں چلے گی۔ یا خدا سے ڈریں یا بندے سے ڈریں۔

پس آج ہر احمدی عورت کی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ بجائے لوگوں سے ڈرنے کے آج جبکہ اس معاشرے میں اسلام کے خلاف نفرتوں کے بیج بوئے جا رہے ہیں، طوفانِ بدتمیزی پیدا کرنے کیلئے فضا ہموار کی جا رہی ہے، اعلان کر کر کے ہر ایک کو بتائیں کہ تم چاہے جتنی مرضی پابندیاں لگا لو ہمارے دلوں سے، ہمارے چہروں سے، ہمارے عملوں سے اس خوبصورت تعلیم کو نہیں چھین سکتے اور اگر تم لوگ مذہب سے دور جا رہے ہو، دور ہٹ رہے ہو، تباہی کے گڑھے میں گر رہے ہو تو ہم تمہارے ساتھ اس جہنم میں گرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انسانیت کو اپنے برے کرتوتوں اور عملوں کے بھیانک انجام سے بچائے۔ آؤ اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر اللہ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ اسی میں تمہارے دلوں کا سکون اور تمہاری نسلوں کی بقاء ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہر باغیرت احمدی عورت جس کے دل میں کبھی ہلکا سا بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے بارے میں کوئی شائبہ پیدا ہوتا ہے وہ اس کو اپنے دل سے نوچ کر باہر پھینک دے گی اور حقیقی مسلمات، مومنات، قانتات، تائبات اور عابدات میں شامل ہو جائے گی۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو خیریت سے اپنے اپنے شہروں میں لے کر جائے، گھروں میں لے کر جائے۔ اللہ حافظ و ناصر ہو۔

انجمن مشاعرہ

ایک جگہ بعض شاعرانہ مذاق کے دوست ایک باقاعدہ انجمن مشاعرہ قائم کرنا چاہتے تھے اس کے متعلق حضرتؑ سے دریافت کیا گیا۔

فرمایا:

''یہ تضیع اوقات ہے کہ ایسی انجمنیں قائم کی جاویں اور لوگ شعر بنانے میں مستغرق رہیں ہاں یہ جائز ہے کہ کوئی شخص ذوق کے وقت کوئی نظم لکھے اور اتفاقی طور پر کسی مجلس میں سنائے یا کسی اخبار میں چھپوائے۔ ہم نے اپنی کتابوں میں کئی نظمیں لکھی ہیں مگر اتنی عمر ہوئی آج تک کبھی کسی مشاعرہ میں شامل نہیں ہوئے۔ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ کوئی شاعری میں اپنا نام پیدا کرنا چاہے۔ ہاں اگر حال کے طور پر نہ صرف قال کے طور پر اور جوشِ رُوحانی سے اور نہ خواہشِ نفسانی سے کبھی کوئی نظم جو مخلوق کے لئے مفید ہوسکتی ہو لکھی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر یہی پیشہ کر لینا ایک منحوس کام ہے۔''

(بدر جلد 6 نمبر 26 صفحہ 7 مورخہ 27 جون 1907 نیز الحکم جلد 11 نمبر 23 صفحہ 3 مورخہ 30 جون 1907)

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 301)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

از محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کی مصروفیت

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ سارا دن کام میں مشغول رہنے کے علاوہ رات کو دو دو بجے تک کام کرتے رہتے تھے۔ اپنی ڈاک جو ہر روز کم وبیش اڑھائی تین سو خطوط پر مشتمل ہوتی تھی، کو اس سرعت سے پڑھتے تھے کہ انسان محوِ حیرت ہو جاتا ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ سرسری نظر سے خطوط ملاحظہ فرما رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور کو ہر خط کے مضمون کا پورے طور پر علم ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے ایک خط پیش کیا جس میں خط لکھنے والے نے لکھا تھا کہ ان کے کسی عزیز کو دیوانے کتے نے کاٹا ہے اور اس کے متعلق مشورہ طلب کیا گیا تھا حضور نے فرمایا اس خط کو آئے تو ایک ماہ گزر چکا ہے اور آپ اب پیش کر رہے ہیں جب خط کی مہر دیکھی گئی تو واقعی اس کو آئے ہوئے ایک ماہ ہو چکا تھا۔

خطوط کے جواب کے متعلق حضور کا یہ طرزِ عمل تھا کہ خطوط کو پڑھ کر بعض فوری خطوط پر جواب لکھ دیتے تھے جن کو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب لکھ کر بھجوا دیتے تھے باقی ماندہ خطوط کا خلاصہ پیش کیا جاتا تھا اور حضور ان کا جواب لکھا دیتے تھے۔ اس کے علاوہ مہمانوں سے ملاقاتیں کرنے اور نظارتوں کے کام میں کافی وقت خرچ ہوتا تھا نہ صرف ناظر صاحبان وقتاً فوقتاً پیش آمدہ مشکلات پیش کر کے راہ نمائی حاصل کرتے تھے بلکہ بعض کاغذات حضور کی منظوری کے لئے پیش کئے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ 10 بجے سے ایک بجے تک لگا تار چلتا تھا۔ پھر تصنیف کا کام تھا نیز حضور ہر فن، ہر علم اور ہر مذاق کی کتابیں بکثرت منگوا کر بالالتزام مطالعہ فرماتے تھا۔ ان سب مصروفیات کے باوجود حضورؓ گھر کی ہر بات کا خیال رکھتے اور ہر ایک کا حق احسن طریق پر ادا فرماتے تھے۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا حضورؓ جس قدر ادب و احترام کرتے تھے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

حضور کی چار بیویاں تھیں اور ازدواجی زندگی میں تعدد ازدواج ایک بڑا نازک مرحلہ ہوتا ہے مگر حضور کے گھر کی جو کیفیت تھی اسے خدا تعالیٰ کا فضل اور حضور کی قوت قدسی کا اعجاز ہی کہنا چاہئے کیونکہ اتنے بڑے گھرانے میں جو محبت اور پیار کا نمونہ نظر آتا تھا، دنیا اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے آپ اپنی بیویوں کے بارہ میں کامل عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ افراد کی نسبت سے خرچ دیتے تھے کبھی کسی کو شکوہ وشکایت کا موقع نہیں ملتا تھا۔ نہایت محبت وشفقت سے پیش آتے تھے سب بیویاں دل کی گہرائیوں سے حضور کی مداح تھیں۔ سفروں میں باریاں مقرر تھیں اور ہر ایک کے حقوق کا پورا خیال رکھتے تھے۔

اولاد کے ساتھ سلوک

حضور باوجود بے حد عدیم الفرصت ہونے کے اور باوجود اس کے کہ آپ کی اولاد خدا کے فضل سے بہت زیادہ تھی سب کی تربیت اور تعلیم کا خیال رکھتے تھے۔ آپ نہایت ہی شفیق اور رحیم واقع ہوئے تھے سختی کو پسند نہیں فرماتے تھے کبھی تادیباً سختی کا موقع پیش آتا تو کر لیتے مگر لڑکیوں کے بارہ میں بہت نرمی کا سلوک فرماتے بلکہ دوستانہ طریق ہوتا تھا۔ حضور کی طبیعت کا یہ خاصہ تھا کہ بچوں کو ہمیشہ سبق آموز کہانیوں اور لطائف سے محظوظ کرتے ہوئے ان کی تربیت فرماتے، خود خوش رہتے اور دوسروں کو خوش رکھتے تھے لیکن خوشی کی گھڑیوں میں بھی حقیقی مقصد کبھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا تھا۔ حضور کی انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ وہ مقصد آپ کے بچوں کی نگاہوں سے بھی اوجھل نہ

ہو۔شادی کے موقع پر آپ نے میری بڑی بہن امۃ القیوم بیگم صاحبہ کو اور تحفوں کے ساتھ کچھ کتابیں بھی عنایت فرمائیں اور ہر کتاب پر اپنے ہاتھ سے کچھ نوٹس بھی رقم فرمائے۔مثلاً قرآن کریم پر تحریر فرمایا:

''امۃ القیوم یہ خدا کا کلام ہے میری زبان اس کے بارہ میں بند ہے۔میں نے سب کچھ اس سے پایا تم بھی سب کچھ ہی اس سے پاؤ۔میرے اللہ تیرا یہ کلام میری اس بچی اور اس کی اولاد کے دل میں دائمی طور پر جاگزیں ہو۔میرے اللہ اس کے متعلق میرے کرب کو اس کلام کے طفیل اور اس کے ذریعہ سے دور کر دے اور اسے اور اس کی اولاد کو اپنا بنالے۔اے میرے پیارے یہ اور اس کی اولاد شیطان اور دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہیں۔تو ان کا حافظ وناصر ہو۔میری زندگی میں بھی اور میرے بعد بھی۔اے میرے رب میرا دل بیٹھا جارہا ہے تو ان کو اس مقام سے بھٹکنے نہ دیجیئو۔جو تو نے ہمارے لئے اپنے مسیح علیہ السلام کے ذریعہ سے تجویز کیا ہے۔ہم بھگوڑے نہ بنیں۔ہم تیرے دین کے لئے جانیں دینے والے ہوں۔اور ہماری عزتیں تیرے ہی دین کی خدمت سے وابستہ ہوں۔میرے مولیٰ میرے درد کا علاج تیرے ہی قبضہ میں ہے میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔اب اے میرے شافی تو مجھ پر رحم کر کے میری غلطیوں کا ازالہ کر دے۔اپنے دروازہ کے سوالی کو رد نہ کیجیو۔دیکھ میری آنکھیں سفید ہو رہی ہیں اور ہاتھ کانپ رہے ہیں مجھ پر رحم کر۔

مرزا محمود احمد''

وہ بچے جن کی مائیں فوت ہو جاتیں،ان کی دل جوئی خصوصیت کے ساتھ کرتے اور محبت و پیار سے رکھتے تھے اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دیتے تھے۔

دیگر رشتہ داروں سے سلوک

دیگر رشتہ داروں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے۔ہر موقع پر ان سے احسان کرنا مدنظر ہوتا تھا۔اکثر دفعہ خود ان سے مل کر ان کے حالات سے آگاہی حاصل کرتے تھے۔ان کی خوشیوں اور ان کے غموں میں شریک ہوتے تھے۔ہمیشہ ان کی تعظیم اور اکرام مدنظر ہوتا اور جملہ رشتہ دار آپ کے حسن سلوک سے خوش تھے۔

حضورؓ کے بعض خصائل

ہر وقت خدا تعالیٰ کی یاد میں محو۔''دست با کار دل بایار'' کے مصداق نظر آتے تھے۔خدا تعالیٰ کے حقیقی عاشق ہر وقت اس کی ذات پر کامل وثوق اور پورا اعتماد رکھتے تھے۔ہر کام کو اس کے فضل اور رحم سے شروع کرتے اور ہر ایک کو غیر اللہ پر اعتماد کرنے سے مجتنب رکھنے اور حقیقی مولا کے ساتھ وابستہ رہنے کی نصیحت کرتے تھے۔چنانچہ حضور نے میری بہن امۃ القیوم صاحبہ کے رخصتانہ پر چند اشعار رقم فرمائے جن میں ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی۔

صحت کی حالت میں تمام نمازیں مسجد میں پڑھاتے۔سنتیں اور نوافل گھر آکر ادا فرماتے تھے۔سفر کے موقع پر آپ خود اپنے ہاتھ سے سامان باندھتے تھے،سفر میں سب اشیاء کی نگرانی اور حفاظت رکھتے تھے۔گھر میں دوسرے کام بھی اپنے ہاتھ سے کرنا زیادہ پسند فرماتے۔آپ صفائی کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ النظافۃ من الایمان حضور کی پیشانی پر لکھا نظر آتا تھا۔بات کرتے وقت مخاطب کو عزت سے خطاب فرماتے تھے۔غرض حضورؓ کی ہر بات سے وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا حدیثوں میں نظر آتا ہے۔اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رنگ میں رنگین اور حسن و احسان میں آپ کے نظیر ثابت ہوئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں آپؓ کے مفید نصائح سے بھرپور طریقے سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

بیتے ہوئے لمحوں کی یاد

سات اور آٹھ نومبر کی درمیانی شب کتنی تاریک تھی جب کہ ہمارے نہایت ہی پیارے اور محبوب سیدنا ابا جانؓ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہے تھے کتنی بے بسی کا عالم تھا ہم تمام بہن بھائی اور عزیز و اقارب اس محبوب ہستی کے پلنگ کے اردگرد نہایت بے بسی اور بے چینی کے عالم میں اپنے حقیقی مولیٰ

کے حضور تڑپ تڑپ کر دعائیں کر رہے تھے کہ اے خدا تو ہمارے سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قیمتی وجود کو ہم سے جدا نہ کر لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا کیونکہ وہ اس کا بھی پیارا تھا اور بہت ہی پیارا اس لئے اب یہ اس کا اٹل فیصلہ تھا۔ آخر ہم سب کو اپنے آسمانی آقا کے سامنے سر جھکانا ہی پڑا اور آخر وہ وقت آ گیا جب میرے دل و جان سے پیارے میرے محبوب، میرے پیارے ابّا جان ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ انا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون۔

سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کیا ہو گیا۔ ہم اس غم کو کیسے برداشت کریں گے۔ دماغ ماؤف ہو کر رہ گئے۔ کئی ماہ تو اسی طرح گزرے کہ دماغ میں کوئی بات آتی ہی نہ تھی خواہش ہوتی تھی کہ بیتے دنوں کی یاد میں کچھ لکھوں اور اس سراپا شفقت و محبت کی زندگی کی کچھ جھلکیاں آپ کو بھی دکھاؤں جس نے ہمیں ماں سے بھی بڑھ کر پیار دیا۔ جس نے ساری زندگی اسلام کی خدمت میں دن رات منہمک رہنے کے باوجود ہماری چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھا اور ہماری تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی آج بھی جبکہ دل قابو میں نہیں آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے کچھ باتیں لکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

واقعات تو اتنے ہیں کہ ان پر کئی ضخیم کتابیں بھی لکھی جا سکتی ہیں لیکن اپنے آپ میں ہمت نہیں پاتی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ آہستہ آہستہ کچھ نہ کچھ قارئین کی نذر کرتی رہوں گی۔ مَیں بہت چھوٹی سی تھی جب میری امی فوت ہو گئیں لیکن سیدنا ابّا جان نے ہم سے ایسی محبت کی کہ کبھی ماں کی محبت سے محرومی کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ ہمارے لئے باپ بھی وہی تھے اور ماں بھی وہی۔ آپ چھوٹی چھوٹی معمولی معمولی باتوں کا اس قدر خیال رکھتے جس کا تصور کرنا ناممکن ہے۔

مجھے آج تک یاد ہے کہ کئی بار ایسا ہوا کہ سیدنا ابّا جان نے دیکھا کہ ہمارے بال کچھ الجھے ہوئے ہیں تو اپنے ہاتھ سے ہماری کنگھی کی۔ ہمارے کپڑوں کا خیال رکھتے۔ ہماری غذا اور دواؤں کا پورا اہتمام اپنی نگرانی میں کرواتے تھے۔ تقریباً ہر روز ہی آ کر پوچھتے تھے کہ بچیوں نے دودھ پیا ہے یا نہیں۔ اگر کبھی اس میں غفلت ہو جاتی تو اپنے ہاتھ سے دودھ پلاتے۔ اسی طرح تعلیم و تربیت کی پوری نگرانی فرماتے اور وقت سفر و حضر میں بھی ہمیں اپنے ساتھ رکھتے اور باوجود اس کے کہ آپ کے جماعتی کام اس قدر بڑھے ہوئے تھے اور آپ اتنے عدیم الفرصت تھے کہ آپ کے لئے بچوں کی طرف توجہ دینا بظاہر ناممکن تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی پہلے سے دی ہوئی بشارتوں کے مطابق آپ میں غیر معمولی صلاحیتیں اور عام انسانوں سے بڑھ کر کام کرنے کی طاقت پائی جاتی تھی۔ اس لئے آپ جماعتی کاموں کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں اور بچوں کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔

مجھے اپنے بچپن کے ایک واقعہ کو یاد کر کے اب بھی ہنسی آ جاتی ہے۔ مَیں سمجھا کرتی تھی کہ شاید ابّا جان کو نیند آتی ہی نہیں کیونکہ رات کو مَیں نے جب بھی دیکھا ابّا جان کو دینی کاموں میں مصروف دیکھا اور اسی طرح تمام دن بھی آپ مصروف ہی رہتے تھے۔ ایک دن میں نے سوچا اور دل میں تہیہ کیا کہ آج میں تمام رات جاگوں گی اور دیکھوں گی کہ ابّا جان کس وقت سوتے ہیں۔ مَیں تقریباً دو اڑھائی بجے رات تک انتہائی کوشش سے جاگتی رہی اور اس وقت تک ابّا جان لگاتار اپنے کام میں مشغول تھے۔ آخر مَیں تھک کر سو گئی اور کئی دن تک دن رات سو سو کر اپنی نیند کی کمی کو پورا کرتی رہی۔ لیکن سیدنا ابّا جان پر مَیں نے کبھی تکان کا اثر نہ دیکھا۔ وہ مردِ مجاہد اور خدا تعالیٰ کا عاشق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دی ہوئی تعلیم کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے شبانہ روز کوشاں رہا۔

مَیں کہاں سے کہاں پہنچ گئی مَیں تو آپ کی گھریلو زندگی اور آپ کی شفقت و محبت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتی تھی۔

سیدنا ابّا جان کو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے بے حد محبت تھی۔ آپ اپنے ہر عزیز اور رشتہ دار کا خیال فرماتے لیکن سب سے بڑھ کر آپ حضرت اماں جانؓ سے محبت کرتے تھے۔ جب سفر سے واپس آتے سب سے پہلے حضرت امّاں جانؓ کے پاس جاتے مجھے یاد ہے کہ اگر کبھی راستہ میں کوئی بیوی، بچہ یا کوئی اور عزیز مل جاتا تو آپ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ آپ نے گویا اسے دیکھا ہی نہیں گزر جاتے اور سیدھے حضرت اماں جانؓ کے کمرے میں پہنچ جاتے اس کے بعد کسی اور سے ملتے۔ ہر روز شام کو حضرت اماں جانؓ کے پاس جا کر بیٹھتے۔ حالات دریافت فرماتے اور بسا اوقات رات کا کھانا بھی حضرت اماں جانؓ کے ساتھ ہی تناول فرماتے۔ سفر میں بھی حضرت اماں جانؓ کو اکثر اپنے ساتھ رکھتے اور بیویوں اور بچوں کو یہ ہدایت ہوتی کہ

حضرت اماں جان کا خاص خیال رکھنا اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

اسی طرح اپنے بہن بھائیوں سے بھی بہت شفقت ومحبت کا سلوک تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہم لوگ اپنے چچاؤں اور پھوپھیوں کا اسی طرح احترام کرتے رہے جس طرح ماں باپ کا۔

ویسے تو ابا جان کو اپنی اولاد سے بہت پیار تھا لیکن جن بچوں کی مائیں فوت ہو جاتیں ان سے غیر معمولی شفقت ومحبت کا سلوک فرماتے اور کبھی ان کو ماں کی کمی کا احساس نہ ہونے دیتے۔ ایک دفعہ ہم منالی پہاڑ پر گئے ہوئے تھے کہ سیدنا ابّا جان نے ''تبت پاس'' (Tibet Pass) جانے کا پروگرام بنایا۔ ہم بچوں کو معلوم ہوگیا کہ اس پروگرام میں بچے شامل نہیں ہیں۔ مَیں ابا جان سے بہت بے تکلف تھی۔ اسی وقت دوڑتی ہوئی گئی اور کہا کہ ہمیں بھی ساتھ لے کر جائیں۔ ابا جان سمجھانے لگے کہ وہ راستہ بہت خطرناک ہے اور بچوں کا جانا ناممکن ہے لیکن میں نے ضد شروع کر دی اور اس قدر اصرار کیا کہ ابا جان نے اپنا سفر بھی ملتوی کر دیا۔ اس پر تمام گھر والے میرے پیچھے پڑ گئے اور کہنے لگے کہ اس نے ہماری سیر خراب کی ہے۔ میری طبیعت پر اس کا بہت اثر ہوا اور میں اداس ہوگئی۔ مجھے اداس دیکھ کر سب کو کہا کہ میری بچی کو کیوں اُداس کر دیا ہے مَیں تو خود اس کے بغیر جانا نہیں چاہتا یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے اور چند لمحوں بعد یہ شعر پڑھتے ہوئے آئے ؎

تبسم لب پہ ہے ہر دل شناسائے محبت ہے
نہ ظاہر تجھ کو دے دھوکہ یہ لڑکی بیش قیمت ہے

اور بار بار مجھے گلے لگا کر یہ شعر پڑھتے۔ اس وقت میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

اسی طرح آپ اپنی اولاد کی اولاد سے بھی بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ میری بچی عزیزہ امۃ البصیر سے بے حد محبت کرتے تھے بچپن میں کبھی اس کو روتا دیکھتے تو اپنی گود میں لے کر کافی دیر تک کندھے سے لگا کر ٹہلتے اور عربی کے دعائیہ شعر پڑھ پڑھ کر اس کو چپ کراتے۔

عزیزہ امۃ النور ایک دفعہ سندھ میں بہت بیمار ہوگئی۔ ڈبل نمونیہ تھا اور بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ مَیں نے سیدنا ابا جان کو دعا کے لئے تار دیا۔ ابا جان کا جواب آیا نوشی اچھی ہو جائے گی۔ لمبی عمر پائے گی جب آپ کا تار ملا تو نوشی کی طبیعت بہت بہتر تھی اور وہ چند دن ہی میں بالکل تندرست ہوگئی۔ ڈاکٹر حیران تھے اور کہتے تھے کہ اس کی صحت ایک معجزہ ہے اسی عرصہ میں مجھے ابا جان کا ایک خط ملا کہ جس دن تمہارا تار ملا اس سے دو روز قبل مَیں نے خواب میں دیکھا کہ نوشی کافی بڑی عمر کی ہے اور نہایت صحت مند ہے۔ اور ابا حضور، ابا حضور کہتی ہوئی آ کر مجھ سے لپٹ گئی ہے جب تمہارا تار ملا تو میں سمجھ گیا کہ خواب اس کی شفایابی اور لمبی عمر پانے کے متعلق ہے۔

اسی طرح جب دہلی میں ''مصلح موعودؓ'' کا جلسہ ہوا اور دشمنان احمدیت نے جلسہ میں گڑبڑ ڈالنے اور حضرت مصلح موعودؓ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت میرے میاں کو بھی ان کے پتھراؤ کے نتیجہ میں سر پر بہت شدید چوٹ آئی کہ دہلی کے تمام بڑے بڑے ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں اس وقت بھی میں نے سیدنا ابا جان کو نہایت کرب اور بے چینی کی حالت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا۔ میری بچی امۃ البصیر کو کندھے سے لگا کر ٹہل رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ اسی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے میرے میاں کو معجزانہ طور پر شفا دی۔ ہندو اور عیسائی ڈاکٹر بھی یہ کہنے پر مجبور تھے کہ یہ حضرت اقدس کی دعاؤں کے نتیجہ میں معجزانہ طور پر شفایاب ہوئے ہیں۔

آپ بعض دفعہ بچوں کا نام رکھتے ہوئے اس چیز کو بھی ملحوظ فرماتے تھے کہ ان کے بزرگوں کے نام پر رکھا جائے تا کہ ان کی یاد تازہ رہے۔ اس لحاظ سے میری چھوٹی بچی کا نام بھی میری امی کے نام پر امۃ الحی رکھا۔ جب بھی امۃ الحی آپ کے سامنے جاتی آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور مسکراتے ہوئے فرماتے تم تو اپنی نانی ہو۔ وہ بہت خوش ہوتی اور آ کر سب کو بتاتی کہ ابا حضور مجھے اس لئے زیادہ پیار کرتے ہیں کہ میرا نام امۃ الحی ہے۔

آپ کی ہمیشہ یہ تمنا رہی کہ آپ کی اولاد در اولاد خدمت اسلام کے لئے وقف ہو۔ میرا بچہ عزیزم ظہیر جب بھی اپنے ابا حضور کے پاس جاتا آپ اکثر اس سے یہ سوال کرتے۔ میاں تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ اور پھر خود ہی

فرماتے میرا بیٹا تو مبلغ بنے گا اور خدمتِ اسلام کرے گا۔ایک دفعہ اسی طرح ظہیر سے پوچھا کہ تم بڑے ہو کر کیا بنو گے اس نے کہا میں ڈاکٹر بنوں گا۔ کہنے لگے ہمارے بڑے ماموں جان (یعنی حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ) جیسے ڈاکٹر بننا۔ڈاکٹر بھی اور مبلغ بھی۔خدمت خلق بھی کرنا اور خدمت اسلام بھی۔اسی طرح آپ یہ بھی اکثر فرماتے کہ یہ خلیفۃ المسیح الاولؓ کی طرح خدمتِ خلق کرے گا اور مبلغ بھی بنے گا۔

آپ کو اپنی اولاد کی تربیت کا بھی بے حد خیال رہتا تھا۔1956ء کا واقعہ ہے کہ سیدنا ابا جان نے مجھے مری سے خط لکھا کہ تم لوگ بھی میرے پاس مری آ جاؤ مَیں میاں اور بچے جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے پروفیسر صاحب (میرے خسر) کہاں ہیں۔مَیں نے عرض کیا ربوہ میں۔آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ مجھ پر بہت ناراض ہوئے کہ تم ان کو چھوڑ کر کیوں آئی ہو۔میرا مقصد یہ تو نہیں تھا کہ تم تمہارے میاں اور بچے آ جائیں لیکن تمہارے خسر وہاں تنہا رہیں۔پھر میاں سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ تم ربوہ واپس جاؤ اور اپنے والد کو لے کر آ ؤ۔میاں حکم کی تعمیل میں ربوہ واپس آئے اور اپنے والد صاحب کو لے کر جب مری پہنچے تو ابا جان بہت خوش ہوئے۔اسی وقت ان سے ملے اور فرمانے لگے یہ بچے بھی عجیب ہیں آپ کو تنہا چھوڑ کر آ گئے حالانکہ مَیں نے تو آپ کو بھی بلایا تھا۔پھر ہمارے تقریباً دو ماہ کے قیام کے دوران سیدنا ابا جان نے ہر طرح سے ان کا خیال رکھا۔کھانے پر بیٹھتے ہی پوچھتے کہ پروفیسر صاحب کا کھانا گیا ہے یا نہیں اور دن میں کئی بار مجھے ان کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے۔

اسی طرح سیدنا ابا جان نے میرے خسر مرحوم کی بیماری کے آخری ایام میں ان کا بے حد خیال رکھا۔کئی دفعہ خود تشریف لائے اور متعدد ڈاکٹروں کو بھی اپنے سامنے بٹھا کر علاج کے متعلق مشورے فرماتے رہے۔

ابا جان اپنے دامادوں سے بھی اپنے بچوں کی طرح محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ مَیں ابا جان کے ساتھ کراچی گئی میاں ساتھ نہیں تھے۔ہم چاندنی رات میں کلفٹن کی سیر کے لئے گئے سمندر کے کنارے سب چاندنی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔سیدنا ابا جان ٹہلتے ہوئے ہمارے قریب آئے ان کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے فرمانے لگے ؎

احمد تیرے بغیر یہ سیرِ آبِ شور
جیسے کہ چاندنی کا ہو کھیت پیشِ کور

آپ کے دل میں اپنی جماعت کے ہر فرد کے لئے محبت تھی۔آپ ہر کسی کی تکلیف سے بے چین ہو جاتے اور شب و روز اپنی جماعت کی بلکہ تمام نوعِ انسانی کی بہبودی اور خیر خواہی میں مصروف رہتے۔

میرے محبوب آقا ہر پہلو سے ایک مکمل انسان تھے۔آپ کے زیر سایہ بیسیوں کنُبے پرورش پاتے رہے جن میں بیوہ عورتیں اور یتیم بچے بھی شامل تھے۔آپ ان کے نازک جذبات کا خیال فرماتے۔بچوں کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال فرماتے۔اپنے بچوں کی طرح بلکہ مَیں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گی کہ اپنے بچوں سے بھی زیادہ ان سے حُسنِ سلوک فرماتے گھر میں جو لوگ کام کاج کے لئے رکھے جاتے ان کے متعلق ہمیں تاکیدی حکم تھا کہ ان کے لئے نوکر کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔اسی طرح ہمارے گھر میں سب کے لئے ایک ہی قسم کا کھانا تیار ہوتا۔کام کرنے والوں اور بچوں کے کھانے میں کوئی تمیز نہ ہوتی۔جو آپ کھاتے وہی ان کو کھلایا جاتا۔

آپ کو ہمسایہ کے حقوق کا بھی خاص خیال رہتا تھا۔کھانے پر بیٹھتے ہی فرماتے کہ اپنے ہمسایہ کو بھی اس کھانے میں سے بھجوا دو۔

مضمون لمبا ہو گیا ہے اور واقعات ایک ایک کر کے ذہن میں آتے چلے جا رہے ہیں۔حضور کے احسانوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں اور نہ ہی میرے اس مختصر سے مضمون میں ان کا تحریر کرنا ممکن ہے۔

اب عشقِ الٰہی کا ایک واقعہ لکھنے کے بعد مَیں اپنا مضمون ختم کرتی ہوں غالباً 1940 کا واقعہ ہے کہ سیدنا ابا جانؓ اور جماعت کے بہت سے احباب نے حضور کے وصال کے متعلق خواب دیکھے جس پر حضور نے جماعت کے نام ایک وصیّت لکھی۔ جماعت کو جو محبت اپنے آقا سے تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔اس وقت جماعت کا ہر بچہ بوڑھا اور جوان اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھا اور لوگ روزے رکھ کر اور تہجد کی نماز میں اپنے محبوب آقا کی درازئ عمر کے

لئے دعائیں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کی گریہ وزاری سُن کر تقدیروں کو ٹالنے والا ہے اس نے جماعت کی دعاؤں کو سُنا اور قبول فرمایا اور جس طرح اس نے خوابوں کے ذریعہ آپ کے وصال کی خبر دی تھی اسی طرح درازیٔ عمر کی خوشخبری بھی اپنے پیاروں کو دے دی۔ سیّدنا ابّا جانؓ نے بھی شاید کوئی خواب دیکھا کہ آپ کی عمر بڑھا دی گئی ہے وہ نظارہ آج بھی میرے سامنے ہے جب سیّدنا ابا جانؓ مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھانے کے لئے تشریف لائے۔ چوکی پر دستر خوان لگا ہوا تھا اور حضور تخت پر گاؤ تکیہ کے سہارے خاموش اور بہت ہی اداس لیٹے تھے۔ کئی بار آپا جان (سیدہ امّ طاہر) نے کہا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے کافی دیر کے بعد آپ ایک دم اُٹھے اور دستر خوان کے قریب بیٹھ کر بڑے درد سے یہ شعر پڑھنے لگے ؎

ہم دونوں میں حائل تھی جو دیوارِ گراں وہ گر نہ سکی
قسمت میں جدائی لکھی تھی میں جا نہ سکا وہ آ نہ سکے

آپا جان نے کہا آج آپ اتنے اداس کیوں ہیں؟ کیا بات ہے؟ اور یہ شعر آپ نے کیوں پڑھا فرمانے لگے مَیں تو سمجھا تھا کہ بس جلد ہی اب اپنے خدا سے جا ملوں گا لیکن تم لوگوں نے مجھے جانے نہ دیا۔

یہ جذبات خدا سے محبت کرنے والے اس سے عشق رکھنے والے، اس کے ہر قدم پر چلنے والے، اس کے نام کو بلند کرنے والے اس کی توحید کا پرچم دُنیا کے کونے کونے میں گاڑ دینے والے اور اس کی محبت میں دن رات سرشار رہنے والے بندے کے سوا کسی اور کے لئے ممکن نہیں کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ اس کی رضا کی راہوں پر چلا۔ اس نے اس کی بتائی ہوئی تعلیم پر عمل کیا اور کروایا۔ اللہ اس سے خوش ہے اور وہ اللہ سے جب وہ اس کے حضور حاضر ہوگا تو وہ فوراً ہی اسے اپنی آغوشِ محبت میں لے لے گا۔

☆(روزنامہ الفضل قادیان 28دسمبر 1939ء صفحہ 9)
☆(روزنامہ الفضل ربوہ 10دسمبر 1966ء صفحہ 4,3)

(☆نوٹ: مندرجہ بالا مضمون ان دو حوالہ جات کے مضامین کو ملا کر بنایا گیا ہے۔)

جشنِ خلافتِ احمدیہ

آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کہ مسیح ومہدی آئے گا اور اس کے بعد خلافت کا نظام شروع ہوگا، خدا کے فضل سے 27 مئی 1908 کو حضرت حکیم مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کے پہلا خلیفہ بننے سے پوری ہوئی۔ اس خلافت کے ذریعے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔

مخالفین نے ہر طرح سے ریشہ دوانیاں کیں۔ اس خلافت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن ہر آنے والا دن اس صداقت کو مزید اُجاگر کرتا رہا۔ یہ خلافت کا نظام خدا کی طرف سے قائم کردہ ہے۔

اس پر تقریباً ایک سو سال کا عرصہ ہونے کو ہے اور عالمگیر جماعت احمدیہ یہ جشنِ خلافت 2008 میں منائے گی، انشاء اللہ۔ خدا کے حضور جھک کر اس کے شکرانے کے طور پر اس کے حضور قربانیاں پیش کر کے اور یہی ہم ذیلی تنظیموں کے اجلاس میں عہد کرتے ہیں کہ اپنے مال، جان اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دَم تیار رہیں گے۔ آج اس زبانی عہد کو عمل کی دُنیا میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

جماعتِ احمدیہ امریکہ بھی اس شکرانے کے طور پر اپنی قربانیاں خدا کے حضور پیش کرے گی جس میں اموال اور اوقات کی قربانی بھی شامل ہے۔ پس آج جماعت امریکہ کے ہر احمدی سے یہ استدعا ہے کہ وہ اپنے عزیز و اقرباء اور اپنے بچوں کو اس بات کی ترغیب دے کہ اس سارے سال میں بچت کریں اور جس حد تک بھی اپنے اخراجات کو کم کر کے اپنے اموال کو بچا کر خدا کے حضور پیش کر سکتے ہیں وہ ضرور پیش کریں۔ بڑھ چڑھ کر وعدے لکھوائیں اور جتنی جلدی ممکن ہو اس کی ادائیگی بھی کریں۔ اور اس سال کو دعاؤں اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد فرمودہ روحانی پروگرام پر عمل کرنے میں گزاریں۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے، آمین۔

محمد ظفر اللہ ہنجرا
مشنری جنوبی ریجن، امریکہ

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

یہیں سے اگلا جہاں بھی دکھا دیا مجھ کو
ہے ساغرِ مئے اُلفت پلا دیا مُجھ کو

بتاؤں کیا کہ مسیحاؑ نے کیا دِیا مُجھ کو
مَیں کِرمِ خاکی تھا انساں بنا دیا مُجھ کو

کِسی کی موت نے سب کچھ بھلا دیا مُجھ کو
اس ایک چوٹ نے ہی سٹپٹا دیا مُجھ کو

کسی نے ثانیٔ شیطاں بنا دیا مُجھ کو
کسی نے لے کے فرشتہ بنا دیا مُجھ کو

نہ اس کے بُغض نے پیچھے ہٹا دیا مُجھ کو
نہ اُس کے پیار نے آگے بڑھا دیا مُجھ کو

یہ دونوں میری حقیقت سے دُور ہیں محمودؔ
خُدا نے جو تھا بنانا بنا دِیا مُجھ کو

کبھی جو طالبِ دیدِ رُخِ نگار ہوا
تو آئینہ میں مِرا مُنہ دِکھا دیا مجھ کو

جفائے اہلِ جہاں کا ہوا جو مَیں شاکی
تھپک کے گود میں اپنی سُلا دیا مُجھ کو

جہاں حسد کا گزر ہے نہ دخلِ بدبیں ہے
ہے ایسے مُلک کا وارث بنا دیا مُجھ کو

مِرے تو دل میں تھا کہ بڑھ کر نثار ہو جاؤں
پر اُس کے تیرِ نگہ نے ڈرا دیا مُجھ کو

مِرا قدم تھا کبھی عرش پر نظر آتا
اِلٰہی خاک میں کس نے ملا دیا مُجھ کو

غمِ جماعتِ احمدؑ نہیں سہا جاتا
یہ آگ وُہ ہے کہ جس نے جلا دِیا مُجھ کو

ربوہ دارالہجرت کا قیام

......حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خداداد بصیرت......

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ ہجرت کے موقعہ پر جماعت کے نئے مرکز کے قیام سے متعلق فرماتے ہیں:

''یہاں پاکستان پہنچ کر میں نے پورے طور پر محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے۔ یعنی ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ فوراً ایک مرکز بنایا جائے۔۔۔''

(خطبہ جمعہ 31 جولائی 1949)

اس مرکز کی تلاش کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے چوہدری عزیز احمد صاحب جو ان دنوں سرگردھا میں سیشن جج تھے اس معاملہ کے لئے رتن باغ لاہور مشورہ کیلئے بلوایا۔ یہ Meeting 25 ستمبر 1947 کو ہوئی۔ مختلف جگہیں زیر بحث آئیں جیسے ننکانہ صاحب، ضلع سیالکوٹ، پسرور، کلاسوالہ (یہ قصبہ پسرور سے چار میل کے فاصلہ پر ہے)، شکر گڑھ، کھوڑہ اور چناب کے کنارے والی جگہ جو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ ان سب تجویزوں کی تفصیلی Evaluation کے بعد حضرت مصلح موعودؓ موجودہ ربوہ والی جگہ کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس جگہ کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ 10 ستمبر 1948 کو اپنی زبان مبارک سے اس تاریخی سفر کے متعلق فرماتے ہیں:

''ہم سات آٹھ مہینے سے کوشش کر رہے تھے کہ ایک جگہ لے لی جائے جہاں قادیان کی اُجڑی ہوئی آبادی کو بسایا جائے۔ یہ تجویز ستمبر 1947 میں ہی کر لی گئی تھی اور اس خواب کی بناء پر جو مَیں نے 1941 میں دیکھی تھی کہ میں ایک جگہ کی تلاش میں ہوں جہاں جماعت کو پھر جمع کیا جائے اور منظّم کیا جائے۔ ہم نے یہاں پہنچتے ہی ضلع شیخو پورہ میں کوشش کی۔ پہلے ہماری یہ تجویز تھی کہ ننکانہ صاحب کے پاس کوئی جگہ لے لی جائے تا سکھوں کو احساس رہے کہ اگر انہوں نے قادیان پر جو احمدیوں کا مرکز ہے حملہ کیا تو احمدی بھی ننکانہ صاحب پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اس خیال کے ماتحت میں نے قادیان سے آتے ہی آٹھ نو دن کے بعد بعض دوستوں کو ہدایت دے کر ضلع شیخو پورہ بھجوا دیا تھا۔ وہاں ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی زمینوں کے متعلق ان کے ایجنٹوں سے بات چیت بھی کر لی گئی تھی اور بعض لوگ زمین دینے پر رضا مند بھی ہو گئے تھے۔ لیکن جب اس کا گورنمنٹ کے افسران سے ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا۔ گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی جائیداد فروخت نہ کی جائے۔ ہم نے انہیں کہا ہم بھی ریفیو جی ہیں اس لئے کسی غیر کے پاس زمین فروخت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ ایسا کرنے میں غلط فہمی ہو سکتی ہے اس لئے یہ زمین قیمتاً نہیں دی جا سکتی۔ اسی دوران بعض احمدیوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ سکھوں میں ایک طبقہ حد سے زیادہ جوش والا ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ اس تجویز سے فائدہ ہوا ایسے لوگ زیادہ شرارت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ایک دوست نے یہ بھی کہا۔ آپ نے خواب میں جو جگہ دیکھی تھی وہ جگہ تو پہاڑیوں کے بیچ میں تھی اور یہ جگہ پہاڑیوں کے بیچ میں نہیں ہے۔ میں نے ایک جگہ دیکھی ہے جو آپ کے خواب کے زیادہ مطابق ہے۔ چنانچہ پارٹی تیار کی گئی اور میں بھی اس کے ساتھ موٹر میں سوار ہو کر گیا۔ وہ جگہ دیکھی واقعہ میں وہ جگہ ایسی ہی تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ میں نے خواب میں جو جگہ دیکھی تھی اس میں سبزہ تھا اور یہاں سبزہ کی ایک پتی بھی نہ تھی۔ یہ جگہ اونچی ہے اور نہر کا پانی اس تک نہیں پہنچ سکتا میں نے ایک زمیندار سے پوچھا کہ آیا کسی وقت سیلاب کا پانی اس جگہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں اور ایک درخت کی چوٹی تک پہنچ جائے تب اس جگہ

تک پانی پہنچ سکتا ہے۔ اب حال میں جو سیلاب آیا ہے اس کا پانی بھی اس جگہ سے نیچے ہی رہا ہے اور اس جگہ تک نہیں پہنچ سکا۔ لیکن ہم نے سمجھا کہ اگر کوشش کی جائے تو شاید یہاں بھی سبزہ ہوسکتا ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 288-289)

پہاڑیوں کے درمیان والی جگہ دیکھ کر اور اپنی 1941 والی رؤیا کی روشنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس جگہ کو خریدنے کا فیصلہ فرمایا:

''یہ زمین ہم نے پہاڑی ٹیلوں کے درمیان اس لئے خریدی ہے کہ میری رؤیا اس زمین کے متعلق تھی۔ یہ رؤیا دسمبر 1941 میں مَیں نے دیکھی تھی اور 21 دسمبر 1941 کے الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ اب تک دس ہزار آدمی یہ رؤیا پڑھ چکے ہیں اور گورنمنٹ کے ریکارڈ میں بھی یہ رؤیا موجود ہے۔ میں نے اس رؤیا میں دیکھا کہ قادیان پر حملہ ہوا ہے اور ہر قسم کے ہتھیار استعمال کئے جا رہے ہیں مگر مقابلہ کے بعد دشمن غالب آ گیا اور ہمیں وہ مقام چھوڑنا پڑا۔ باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں اور کہاں جا کر اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں ایک جگہ بتاتا ہوں آپ پہاڑوں پر چلیں وہاں اٹلی کے ایک پادری نے گرجا بنایا ہوا ہے اور ساتھ اس نے بعض عمارتیں بھی بنائی ہوئی ہیں جنہیں وہ کرایہ پر مسافروں کو دیتا ہے وہ مقام سب سے بہتر رہے گا۔ میں ابھی متردّد ہی تھا کہ اس جگہ رہائش اختیار کی جائے یا نہ کی جائے کہ ایک شخص نے کہا آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ یہاں مسجد بھی ہے۔ اس نے سمجھا کہ میں رہائش سے اس لئے انکار نہ کر دوں کہ یہاں مسجد نہیں۔ چنانچہ میں نے کہا اچھا مجھے مسجد دکھاؤ اُس نے مجھے مسجد دکھائی جو نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی، چٹائیاں اور دریاں وغیرہ بھی بچھی ہوئی تھیں اور امام کی جگہ ایک صاف قالینی مصلّٰی بچھا ہوا تھا۔ اس پر میں خوش ہوا اور میں نے کہا لو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسجد بھی دے دی ہے ('' میں اس وقت یہ سمجھتا ہوں کہ ہم تنظیم کے لئے آئے ہیں اور تنظیم کے بعد دشمن کو پھر شکست دے دیں گے'') اب ہم اسی جگہ رہیں گے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ باہر سے آئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ بڑی تباہی ہے بڑی تباہی ہے اور جالندھر کا خاص طور پر نام لیا کہ وہاں بھی بڑی تباہی ہوئی ہے۔ پھر اُنہوں نے کہا ہم نیلے گنبد میں داخل ہونے لگے تھے مگر ہمیں وہاں بھی داخل نہیں ہونے دیا۔ اس وقت تک تو ہم صرف لاہور کا ہی نیلا گنبد سمجھتے تھے مگر بعد میں غور کرنے پر معلوم ہوا کہ نیلے گنبد سے مُراد آسمان تھا اور مطلب تھا کہ کھلے آسمان کے نیچے بھی مسلمانوں کو امن نہیں ملے گا۔ چنانچہ لوگ جب اپنے مکانوں اور شہروں سے نکل کر ریفیوجی کیمپوں میں جمع ہوتے تھے تو وہاں بھی سِکھ ان پر حملہ کر دیتے تھے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو مار ڈالتے تھے۔ اس رؤیا کے مطابق یہ جگہ مرکز کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ چنانچہ میں یہاں آیا اور میں نے کہا ٹھیک ہے خواب میں جو مَیں نے مقام دیکھا تھا اس کے اردگرد بھی اس قسم کے پہاڑی ٹیلے تھے صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ مَیں نے اُس میدان میں گھاس دیکھا تھا مگر یہ چٹیل میدان ہے۔ اَب بارشوں کے بعد کچھ کچھ سبزہ نکلا ہے ممکن ہے کہ ہمارے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ یہاں گھاس بھی پیدا کر دے اور اس رقبہ کو سبزہ زار بنا دے۔ بہرحال اس رؤیا کے مطابق ہم نے اس جگہ کو چُنا ہے۔''

(حضرت مصلح موعودؓ کا افتتاحی خطاب ربوہ۔ الفضل جلسہ سالانہ# 1964)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع ہی سے یہ خطّہ زمین اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے غلام اور عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے لئے مخصوص کر رکھی تھی۔ اس علاقہ کی آبادی کا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولوالعزم پسرِ موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خدا تعالیٰ کی رہنمائی سے شروع کر کے مکمل کیا۔ اس علاقہ کو بغیر خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے آباد کرنا ناممکن تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے نئے مرکز کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''یہ جگہ خدا تعالیٰ کے ذکر کے بلند کرنے کیلئے مخصوص ہونی چاہیئے۔ یہ جگہ خدا تعالیٰ کے نام کے پھیلانے کیلئے مخصوص ہونی چاہیئے۔ یہ جگہ خدا تعالیٰ کے دین کی تعلیم اور اس کا مرکز بننے کیلئے مخصوص ہونی چاہیئے۔ ہم میں سے ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو سکے۔ نوحؑ کی کوشش کے باوجود اس کا بیٹا اس کے خلاف رہا۔ لوطؑ کی کوشش کے باوجود اس کی بیوی اس کے خلاف رہی۔ اور اس طرح اور کئی انبیاء اور

اولیاء ایسے ہیں جن کی اولادیں اور بھائی اور رشتہ دار اُن کے خلاف رہے۔ ہم میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے خاندان میں سے کتنوں کو دین کی طرف لا سکے گا۔ مگر اس کی کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ اس کی ساری اولاد اور اس کی ساری نسل دین کے پیچھے چلے اور اگر اس کی کوشش کے باوجود اس کا کوئی عزیز اس رستہ سے دور چلا جاتا ہے تو وہ سمجھ لے کہ وہ میری اولاد میں سے نہیں۔ میری اولاد وہی ہے جو اس منشاء کو پورا کرنے والی ہے جو الٰہی منشاء ہے۔ جو شخص دین کی خدمت کیلئے تیار نہیں وہ ہماری اولاد میں سے نہیں۔۔۔ بہر حال اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اعلیٰ مقام دے تو ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ صرف ہم ہی نہیں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی اس مقام کو دین کا مرکز بنائے رکھیں اور ہمیشہ دین کی خدمت اور اس کے کلمہ کے اعلاء کیلئے وہ اپنی زندگیاں وقف کرتے چلے جائیں۔''

(الفضل 16 اکتوبر 1949 صفحہ 3)

بعض منصوبے شروع تو کر لئے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے مستقبل کا کسی کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو ربوہ کے مستقبل کے متعلق پہلے ہی سے کامیابی کی خبر دے دی تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''اسی طرح کہنے والے کہیں گے کہ ربوہ میں کون آئے گا ہم کہتے ہیں کہ اور کوئی نہ آئے تو خدا تعالیٰ کے فرشتے آئیں گے اور ہم ان فرشتوں کیلئے یہ عمارتیں بنوا رہے ہیں۔ کہنے والے کہیں گے کہ کون آئے گا ہم کہتے ہیں خدا آئے گا۔ اور اس زمین کو اپنی برکت سے بھر دے گا۔ اور یقیناً ہر مومن اپنے فرض کو سمجھتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر عائد ہوتا ہے اپنے چندوں اور قربانیوں میں بڑھتا چلا جائے گا۔ بے شک وہ لوگ بھی ہوں گے جو کہیں گے کہ تم اپنے مال کو ضائع کر رہے ہو۔ مگر درحقیقت تم اپنے مال کو ضائع کرنے والے نہیں ہو گے۔ تم ایک بیج بو رہے ہو گے۔ تم اپنی آئندہ نسل کی ترقی کیلئے ایک کھیتی تیار کر رہے ہو گے۔ آخر میں لوگ جو تم پر ہنسی اُڑانے والے ہوں گے فاقوں سے مر رہے ہوں گے اور تم جنہیں یہ کہا جاتا ہے کہ اپنا مال ضائع کر رہے ہو تم کھیتوں سے غلّہ بھر بھر کر اپنے گھروں میں لا رہے ہو گے۔ اور وہ غلّہ جو تمہاری خوشحالی کا بھی موجب ہوگا۔ پس جماعت کو قربانی کے مواقع پر اپنے اردگرد کے حالات اور دنیا کے تغیرات سے خائف نہیں ہونا چاہیئے۔۔۔''

(بحوالہ الفضل 3 اپریل 1949 صفحہ 5)

''یہ کبھی وہم نہ کرنا کہ ربوہ اُجڑ جائے گا۔ ربوہ کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے۔ ربوہ کے چپّے چپّے پر اللہ اکبر کے نعرے لگے ہیں۔ ربوہ کے چپّے چپّے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس زمین کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ جس پر نعرۂ تکبیر لگے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجا گیا ہے۔ یہ بستی قیامت تک خدا تعالیٰ کی محبوب بستی رہے گی اور قیامت تک اس پر برکتیں نازل ہوں گی۔ اس لئے یہ کبھی نہ اُجڑے گی، کبھی تباہ نہ ہوگی۔ بلکہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں
کھڑا کرتی رہے گی۔ انشاء اللہ۔''

(ربوہ دارالہجرت صفحہ 8-12)

منظوم کلام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

ربوہ کو تیرا مرکزِ توحید بنا کر
اک نعرۂ تکبیر فلک بوس لگائیں

پھر ناف میں دُنیا کی ترا گاڑ دیں نیزہ
پھر پرچمِ اسلام کو عالم میں اُڑائیں

جس شان سے آپ آئے تھے مکّہ میں میری جاں
اِک بار اُسی شان سے ربوہ میں بھی آئیں

ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دُعا گو
کعبہ کو پہنچتی رہیں ربوہ کی دعائیں

ایک عظیم الشان ''داغِ ہجرت'' کا ظہور

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان کارنامہ

حبیب الرحمٰن زیروی

1887 میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت انتہا کو پہنچ گئی جس میں قادیان کے آریہ سماجی بھی پنڈت لیکھرام کی شہ پر شامل ہو گئے۔ اس طرح مقامی حالات اذیت ناک ہو گئے۔ ان حالات میں حضرت اقدسؑ نے قادیان سے ہجرت کرنے کا قصد فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ شحنہ حق (صفحہ ج) میں اپنے اس ارادہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں لیکن میں کہتا ہوں کہ نہ صرف نبی بلکہ بجز اپنے وطن کے کوئی راستباز بھی دوسری جگہ ذلت نہیں اٹھاتا۔ اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعة

یعنی جو شخص اطاعت الٰہی میں اپنے وطن کو چھوڑے تو خدا تعالیٰ کی زمین میں ایسے آرام گاہ پائے گا جن میں بلاحرج دینی خدمت بجا لا سکے۔ سوائے ہم وطنو! ہم تمہیں عنقریب الوداع کہنے والے ہیں۔''

(روحانی خزائن جلد2صفحہ ج)

اس کے بعد 18 ستمبر 1894 کو حضرت مسیح موعود پر یہ الہام نازل ہوا:

''داغ ہجرت''

(تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ 218)

ایک دفعہ حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

''مولوی صاحب! اس صورت میں تو ہمارا کام رک جائے گا۔ کیونکہ جب ہمارے لئے امن ہی نہیں ہوگا تو کام کیسے چلے گا۔ مہمانوں یا تحقیق کرنے والوں کے واسطے آرام سہولت اور آزادی نہ رہی تو ہمارے پاس آئے گا کون؟ کیونکہ مقامی شرارت پسندوں کے علاوہ ڈپٹی کمشنر کا رویہ بھی تکلیف دہ تھا اور ڈپٹی کمشنر کا ایسا رویہ مخالفوں کو اور بھی دلیر بنا دے گا۔ پہلے ہی وہ ہمارے مہمانوں کو بات چیت پر تنگ کرتے اور ٹوکتے رہتے ہیں۔ یہ تو اخلاص ہے ہمارے دوستوں کا کہ وہ مخالفوں کی بدخلقیوں اور سختیوں کو برداشت کر لیتے ہیں۔''

اس سلسلہ میں حضور نے دلسوز اور رقت آمیز لہجہ میں فرمایا:

''مولوی صاحب! داغ ہجرت کا الہام بھی تو ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لئے ہجرت مقدر ہے۔''

حضور اقدس کے ان کلمات طیبات کو سن کر حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضور! بھیرہ میں ہمارے مکانات موجود ہیں۔ وہاں ہر طرح آرام اور سہولت رہے گی۔ اسی طرح چوہدری حاکم علی صاحبؓ چک پنیار ضلع سرگودھا نے بھی اپنے وطن کی پیشکش کی اور وہاں کی سہولتوں کا ذکر کیا اسی طرح کسی تیسرے مخلص دوست نے بھی پیشکش کی۔ مگر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کسی قدر سکوت کے بعد فرمایا:۔

''اچھا جب اذن ہوگا۔''

''انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں ۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔''

(بدر جلد نمبر1نمبر 23،8ستمبر 1905ء)

پہاڑیوں کے دامن میں نیا مرکز تعمیر کرنے کا آسمانی انکشاف

سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں 1941ء کی ایک عظیم خصوصیت یہ ہے کہ اس سال کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر بذریعہ رؤیا انکشاف فرمایا کہ حضور کو مستقبل میں قادیان سے ہجرت کر کے پہاڑیوں کے دامن میں تنظیم کی غرض سے ایک نیا مرکز قائم کرنا پڑے گا۔ حضور نے 12 دسمبر 1941 کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

''ایک رؤیا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میں ایک مکان میں ہوں جو ہمارے مکانوں سے جنوب کی طرف ہے اور اس میں ایک بڑی بھاری عمارت ہے جو کئی منزلوں میں ہے اس کئی منزلہ عمارت میں میں بھی ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یکدم غنیم حملہ کر کے آ گیا ہے اور اس غنیم کے حملہ کے مقابلہ کیلئے ہم سب لوگ تیاری کر رہے ہیں۔ میں اس وقت اپنے آپ کو کوئی کام کرتے نہیں دیکھتا مگر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں بھی لڑائی میں شامل ہوں۔ یوں اس وقت میں نے نہ توپیں دیکھی ہیں نہ کوئی اور سامان جنگ مگر میں سمجھتا یہی ہوں کہ تمام قسم کے آلاتِ حرب استعمال کئے جا رہے ہیں۔ اسی دوران میں میں نے محسوس کیا کہ وہاں............ پھر یہ نظارہ بدل گیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے ہم اس مکان سے نکل آئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن غالب آ گیا ہے اور ہمیں وہ جگہ چھوڑنی پڑی ہے۔ باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں اور کہاں جا کر اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کو ایک جگہ بتاتا ہوں آپ پہاڑوں پر چلیں وہاں ایک اٹلی کے پادری نے گرجا بنایا ہوا ہے اور ساتھ ہی اس نے بعض عمارتیں بھی بنائی ہوئی ہیں جنہیں وہ کرایہ پر مسافروں کو دے دیتا ہے۔ وہاں چلیں وہ مقام سب سے بہتر رہے گا میں کہتا ہوں بہت اچھا۔ چنانچہ میں گائیڈ کو ساتھ لے کر پیدل چل پڑتا ہوں۔ ایک دو دوست اور بھی میرے ساتھ ہیں چلتے چلتے ہم پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئے مگر وہ ایسی چوٹیاں ہیں جو ہموار ہیں۔ اس طرح نہیں کہ کوئی چوٹی اونچی ہو اور کوئی نیچی جیسے عام طور پر پہاڑوں کی چوٹیاں ہوتی ہیں بلکہ وہ سب ہموار ہیں جس کے نتیجہ میں پہاڑ پر ایک میدان پیدا ہو گیا ہے وہاں میں نے دیکھا کہ ایک پادری کالا سا کوٹ پہنے کھڑا ہے اور پاس ہی ایک چھوٹا سا گرجا ہے۔ اس آدمی نے پادری سے کہا کہ بہار سے کچھ مسافر آئے ہیں، انہیں ٹھہرنے کیلئے مکان چاہئے۔ وہاں ایک مکان بنا ہوا نظر آتا ہے وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پادری لوگوں کو کرایہ پر جگہ دیتا ہے۔ اس نے ایک آدمی سے کہا کہ انہیں مکان دکھا دیا جائے۔ وہ مجھے مکان دکھانے کیلئے لے گیا۔ ایک دو دوست اور بھی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ کچا مکان ہے اور جیسے فوجی بیرکس سیدھی چلی جاتی ہیں اسی طرح وہ مکان ایک لائن میں سیدھا بنا ہوا ہے۔ مگر کمرے صاف ہیں۔ میں ابھی غور ہی کر رہا ہوں کہ جو شخص مجھے کمرے دکھا رہا تھا اس نے خیال کیا کہ کہیں میں یہ نہ کہہ دوں کہ یہ ایک پادری کی جگہ ہے ہم اس میں نہیں رہتے ایسا نہ ہو کہ ہماری عبادت میں کوئی روک پیدا ہو۔ چنانچہ وہ خود ہی کہنے لگا آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ یہاں مسجد بھی ہے میں نے کہا کہ اچھا مسجد دکھاؤ اس نے مجھے مسجد دکھائی جو نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی مگر چھوٹی سی تھی مسجد مبارک سے نصف ہو گی لیکن اس میں چٹائیاں اور دریاں وغیرہ بچھی ہوئی تھیں اسی طرح امام کی جگہ ایک صاف قالینی مصلّٰی بھی بچھا ہوا تھا مجھے اس مسجد کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اور میں نے کہا کہ ہمیں یہ جگہ منظور ہے۔ خواب میں میں نے یہ خیال نہیں کیا کہ مسجد وہاں کس طرح بنائی گئی ہے مگر بہرحال مسجد دیکھ کر مجھے مزید تسلی ہوئی اور میں نے کہا کہ اچھا ہوا مکان بھی مل گیا اور ساتھ ہی مسجد بھی مل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکلا اور میں نے دیکھا کہ اِکّا دُکّا احمدی وہاں آ رہے ہیں خواب میں میں حیران ہوتا ہوں کہ میں نے تو ان سے یہاں آنے کا ذکر نہیں کیا تھا ان کو میرے یہاں آنے کا

کیسے پتہ لگ گیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی محفوظ جگہ نہیں۔ چاہے یہ دوست ہی ہیں لیکن بہرحال اگر دوست کو ایک مقام کا علم ہو سکتا ہے تو دشمن کو بھی ہو سکتا ہے۔ محفوظ مقام تو نہ رہا۔ چنانچہ خواب میں میں پریشان ہوتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ ہمیں پہاڑوں میں اور زیادہ دور کوئی جگہ تلاش کرنی چاہئے۔ اتنے میں مَیں نے دیکھا کہ شیخ محمد نصیب صاحب آ گئے ہیں۔ میں اس وقت مکان کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوں۔ انہوں نے مجھے سلام کیا میں نے ان سے کہا کہ لڑائی کا کیا حال ہے انہوں نے کہا دشمن غالب آ گیا ہے میں کہتا ہوں مسجد مبارک کا کیا حال ہے انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے۔ میں نے کہا اگر مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے تب تو کامیابی کی امید ہے میں اس وقت سمجھتا رہا ہوں کہ ہم تنظیم کیلئے آئے ہیں اور تنظیم کرنے کے بعد دشمن کو پھر شکست دے دینگے۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کچھ اور دوست بھی وہاں پہنچ گئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر مجھے اور پریشانی ہوئی اور میں نے کہا کہ یہ تو بالکل عام جگہ معلوم ہوتی ہے۔ حفاظت کیلئے یہ کوئی خاص مقام نہیں۔ ان دوستوں میں ایک حافظ محمد ابراہیم صاحب بھی ہیں۔ اور لوگوں کو میں پہچانتا نہیں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ احمدی ہیں۔ حافظ صاحب نے مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ بڑی تباہی ہے۔ بڑی تباہی ہے پھر ایک شخص نے کہا کہ نیلے گنبد میں ہم داخل ہونے لگے تھے مگر وہاں بھی ہمیں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ میں نے تو نیلا گنبد لاہور کا ہی سنا ہوا ہے۔ واللہ اعلم کوئی اور بھی ہو۔ بہرحال اس وقت میں نہیں کہہ سکتا کہ نیلے گنبد کے لحاظ سے اس کی کیا تعبیر ہو سکتی ہے البتہ اس وقت بات کرتے کرتے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ نیلا سمندر کا رنگ ہوتا ہے............اس کے بعد حافظ صاحب نے کوئی واقعہ بیان کرنا شروع کیا اور اسے بڑی لمبی طرز سے بیان کرنے لگے جس طرح بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات کو جلدی ختم نہیں کرتے بلکہ اسے بلاوجہ طول دیتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح حافظ صاحب نے پہلے ایک لمبی تمہید بیان کی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جالندھر کا کوئی واقعہ بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ وہاں بھی بڑی تباہی ہوئی ہے اور ایک ''منشی'' کا جو غیر احمدی ہے اور پٹواری یا گرداور ہے بار بار ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منشی جی ملے اور انہوں نے بھی اسی طرح کہا۔ میں خواب میں بڑا گھبراتا ہوں کہ یہ موقعہ تو حفاظت کیلئے انتظام کرنے کا ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی مرکز تلاش کیا جائے۔ انہوں نے منشی جی کی باتیں شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ میں ان سے کہتا ہوں کہ آخر ہوا کیا؟ وہ کہنے لگے منشی جی کہتے تھے کہ ہماری تو آپ کی جماعت پر ہی نظر ہے میں نے کہا بس اتنی ہی بات تھی کہ منشی جی کہتے تھے کہ اب ان کی جماعت احمدیہ پر نظر ہے یہ کہہ کر میں انتظام کرنے کیلئے اٹھا اور چاہا کہ کوئی مرکز تلاش کروں کہ میری آنکھ کھل گئی۔''

مندرجہ بالا رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل خبریں دیں:۔

1۔ قادیان اور اس کے گردونواح میں دشمن یکدم حملہ کر کے آ جائے گا۔

2۔ دشمن کی طرف سے جنگ خفیہ رنگ میں ہوگی۔

3۔ قادیان سے جالندھر تک بڑی خوفناک تباہی آئے گی اور لوگ نیلا گنبد یعنی کھلی فضا کے نیچے پناہ گزین ہونگے۔

4۔ دشمن قادیان پر بھی غالب آ جائے گا۔ مگر مسجد مبارک کا حلقہ استقلال اور پامردی سے ڈٹا رہے گا اور محفوظ رہے گا۔

5۔ اس تباہی کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنے خاندان کے علاوہ بعض اپنے جاں نثار خدام کے ساتھ قادیان سے کسی دوسرے ملک میں مرکز کی تلاش میں ہجرت کر آئیں گے۔

6۔ اور بالآخر پہاڑیوں کے دامن میں جماعت احمدیہ کا ایک نیا مرکز تعمیر کرینگے جہاں پہلے فوجی بیرکس کی طرف مکان بنانے پڑیں گے۔

یہاں اس امر کا ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ یہ سب واقعات تقسیم ہند کے بعد جماعت احمدیہ کے نئے مرکز کی تعمیر سے لفظاً لفظاً پورے ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ 273تا276)

داغ ہجرت کا ظہور

تقسیم پنجاب کے پرآشوب زمانہ میں جماعت احمدیہ کو بھی اپنے مرکز قادیان سے ہجرت کرنا پڑی۔ اور بظاہر اس طرح کہ اس کی جمعیت کا

شیرازہ بالکل منتشر ہوگیا۔ اور جماعت کے افراد پاکستان کے مختلف حصوں میں پھیل گئے اور ظاہر بین نظروں نے خیال کیا کہ اب یہ جماعت دوبارہ کبھی اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ لیکن دراصل اس ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوئیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کو اپنے مرکز کو ''داغ ہجرت'' دینا ہوگا اور حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح بے آب و گیاہ وادیوں میں بسنا ہوگا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہد سعادت میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور پھر آپ کے ذریعہ سے ہی جماعت کو دوبارہ اس بات کی توفیق ملی کہ وہ آپ کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی دوبارہ ایک جگہ پر اکٹھی ہوتا کہ وہ اپنے اس مشن کو سرانجام دے سکے جس کے لئے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے۔ یعنی اکناف عالم تک اسلام کے نام کو پھیلائے۔

قادیان سے ہجرت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سب سے پہلے جس چیز کی طرف توجہ دی وہ جماعت کی از سر نو تنظیم کا کام تھا اور اس کو ایک ایسی جگہ پر جمع کرنا تھا جہاں پر کہ وہ منظّم طور پر اشاعت اسلام کا کام کر سکے اور جہاں ایسی مثالی سوسائٹی بن سکے جو اسلام کی تعلیم کا کامل نمونہ ہو چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ بڑے بڑے شہروں سے دُور اور علیحدہ جگہ کی تلاش میں تھے جہاں ہر جماعت منظّم طور پر کام کر سکے چنانچہ حضور اقدس نے 1948ء کی مجلس مشاورت میں نمائندگان شوریٰ کے سامنے اس خواہش کا اظہار کرتے ہوئے اور اس زمانہ میں جماعت کی پراگندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

''ہماری جماعت ایک تنظیمی جماعت ہے ہم تنظیم کے ساتھ اکٹھے رہنے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے لیکن اب چھ ماہ گزر چکے ہیں کہ ہماری تنظیم کا شیرازہ بکھر چکا ہے ہماری مثال بالکل اس شخص کی طرح ہے جو انیس سو سال پہلے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک شمع ہدایت لے کر آیا تھا اس نے بنی نوع انسان کی ہمدردی میں دن رات ایک کر دیا لیکن دنیا نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اسے کہنا پڑا کہ جنگل کے درندوں کے لئے بھٹ اور پرندوں کے لئے گھونسلے ہیں لیکن ابن آدم کے لئے سر چھپانے کی جگہ نہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ جب تک ہمیں قادیان نہیں ملتا ہمیں مرکز کے لئے جگہ مل جائے لیکن اب تک نہیں مل سکی بہرحال ہم کوشش کر رہے ہیں۔''

(الفضل 28 مارچ 1948)

اولوالعزم امام کا اقدام

خدا تعالیٰ کے اس موعود خلیفہ نے جس کو خود خدا تعالیٰ کی وحی میں ''اولوالعزم'' کا خطاب دیا گیا ہے' ان نامساعد حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اس بات کا پختہ عہد کر لیا کہ ضرور جماعت کو دوبارہ ایک مرکز میں اکٹھا کرے گا۔ چنانچہ آپ نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

''ہمیشہ اسباب کو مدنظر رکھو کہ تم نے بے مرکز کبھی نہیں ہونا کیونکہ اسلام کا غلبہ اور احمدیت کی ترقی مرکزیت کے ساتھ وابستہ ہے۔''

(روزنامہ الفضل 15۔ اپریل 1949ء)

اسی طرح آپ نے نہایت پر زور الفاظ میں دنیا کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:۔

''دُنیا اگر کسی مقام پر بھی ہمیں بیٹھنے نہ دے اور دھکے دیتی چلی جائے حتیٰ کہ فٹ بال کی طرح لڑکھڑاتی رہے تب بھی ہم دنیا میں کوئی نہ کوئی ایسی جگہ بنالیں گے جہاں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کر سکیں۔''

(روزنامہ الفضل 24 ستمبر 1948ء)

آپ کا یہی عزم اور ارادہ تھا آپ نے بالآخر جماعت کے مرکز کیلئے اس جگہ کا انتخاب کیا جہاں آجکل ربوہ آباد ہے اور دراصل یہ انتخاب بھی اس رؤیا کی روشنی میں کیا گیا جو آپ نے دیکھی تھی اور جس میں اس بات کا ذکر تھا کہ آپ قادیان سے نکلے ہیں اور ایک پہاڑی علاقہ میں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس خیال کی بناء پر پہاڑوں سے گھری ہوئی بے آب و گیاہ زمین پر مشتمل یہ رقبہ گورنمنٹ سے خرید لیا گیا۔ ربوہ کی زمین کی خریداری کے معاملات طے کرنے میں حضرت نواب محمد الدین صاحبؓ اور چوہدری عزیز احمد باجوہ صاحب کی مساعی انتہائی قابل ذِکر اور ناقابل فراموش ہیں۔

نئے مرکز کا نام

نئے مرکز کیلئے ماویٰ، ذکریٰ، دارالہجرت اور مدینۃ المسیح وغیرہ کئی

نام پیش کئے گئے آخر میں مولانا جلال الدین صاحب شمس نے آیت

اٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍO

(المؤمنون:51)

پڑھی جس پر حضور ایدہ اللہ نے 'ربوہ' کا نام منظور فرمایا اور 20 ستمبر 1948ء کو اس کا اعلان کر دیا گیا۔

ربوہ کا نقشہ

ربوہ کا رقبہ 1034 ایکڑ ہے۔ اس کا نقشہ سابق صوبہ پنجاب کے Provincial Town planner مسٹر حبیب جے اے سوجی نے یکم فروری 1949ء کو تیار کیا اور اس پر پراونشل ٹاؤن پلینر صاحب چیف انجینئر صاحب سابق صوبہ پنجاب پی ڈبلیو ڈی بی اینڈ آر برانچ اور حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب چیف سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے دستخط کئے۔

ابتدائی معاملات کے طے ہونے کے بعد 20 ستمبر 1948ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے باقاعدہ طور پر اس جگہ کا افتتاح کیا اور اس موقعہ پر آپ نے ان دعاؤں کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھتے وقت کی تھیں ان کی بار بار تلاوت کے بعد اس نئے مرکز کا مقصد بیان کیا اور اس سر زمین کے چاروں کونوں اور ایک وسط میں پانچ بکرے ذبح کئے تا کہ تصویری زبان میں اس بات کا اقرار کیا جائے کہ ہم بھی اسلام کی عظمت و بلندی کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں آپ فرماتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زبان مبارک سے سنئے۔ حضور نے اس موقعہ پر ان دعاؤں کی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھیں متعدد بار تلاوت کرتے ہوئے فرمایا:۔

''آج ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اس وادی بے آب و گیاہ میں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کیلئے ایک ایسی بستی کی بنیاد رکھ رہے ہیں جو مکہ معظمہ کی طرح تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بادشاہت قائم کرنے کا موجب ہوگی۔ یہ درست ہے کہ مکہ معظّمہ مکہ معظّمہ ہی ہے اور حضرت ابراہیم ابراہیم ہی ہیں مگر بے وقوف ہے وہ شخص جو یہ سمجھ کر کہ مجھے وہ درجہ حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے سے بھیک مانگنے سے گریز کرے اللہ تعالیٰ کی رحمت جس وقت جوش میں ہو اور وہ اپنے بندوں کو اپنے فضلوں سے نوازنا چاہے دانا انسان کا کام ہے کہ وہ اپنا برتن بھی آگے کر دے اس وقت اس کا برتن خالی نہیں رہے گا۔

جس نیت اور جس ارادے کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیادیں استوار کی تھیں آج ہم بھی اسی نیت اور اسی ارادے کے ساتھ اس چٹیل میدان میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا جھنڈا گاڑنے کے لئے جمع ہوئے ہیں گو ہم کمزور ہیں اور ہمیں وہ مقام حاصل نہیں مگر یہ چیز اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب نہیں بلکہ اس کی خوشنودی کا باعث ہوگی۔ وہ یہ خیال کرے گا کہ دیکھو میرے بندے کمزور و ناتواں ہونے کے باوجود میرے نام کو اس وادی بے آب و گیاہ سے بلند کرنے کا عزم لے کر کھڑے ہوئے ہیں۔ کیوں نہ میں ان کو بھی وہ توفیق اور وہ سعادت بخشوں جو مکہ والوں کو ان کے اسی عزم کی وجہ سے بخشی تھی۔ سو اس کام کی نقالی اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچنے کا باعث ہوگی اور اس کی رحمت کو جوش میں لانے کا موجب ہوگی۔

(خلاصہ تقریر سیدنا حضرت مصلح موعود الفضل 24ستمبر1948)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مزید فرماتے ہیں:۔

''اب پانچ قربانیاں کی جائیں گی چار چاروں کونوں پر اور ایک وسط میں جو اس بات کا اقرار ہوگا کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے حکم کے ماتحت اپنے بیٹے کی قربانی کیلئے تیار ہو گئے تھے اور خدا نے ان کی قربانی کو قبول فرما کر بکرے کی قربانی کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح اسلام کی عظمت کی خاطر ہم بھی اپنے بیٹوں کی قربانی کیلئے تیار ہیں۔''

اس افتتاح کے بعد ربوہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ آغاز میں اس بستی کی داغ بیل ڈالنے کیلئے ہی لاکھوں روپیہ کی ضرورت تھی تا کہ ابتدائی سروے کے بعد تعمیر کا کام شروع ہو۔ پھر ایک خطیر رقم کے علاوہ ایسی ضروریات تھیں کہ جو ایک شہر کے بسانے کیلئے درکار ہوتی ہیں اور جو کہ آسانی سے اور نہایت جلدی سے سرانجام نہیں دی جا سکتیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ربوہ کی بے آب و گیاہ

زمین میں پانی کے حصول کا مرحلہ تھا۔ جس کے بغیر اس شہر کی تعمیر کا کام بالکل نہیں ہوسکتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل اور حضور کے عزم کی بدولت آہستہ آہستہ ان تمام مشکلات پر قابو پالیا گیا۔ چنانچہ جب آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح اس غیر ذی زرع وادی میں ان مشکلات کے کافور ہونے کیلئے دعائیں مانگ رہے تھے تو خدا تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا:

جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب
پاؤں کے نیچے سے میرے پانی بہا دیا

یعنی جیسے حضرت اسماعیلؑ کے ایڑیوں کے رگڑنے کی وجہ سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔ آپ کے اس زمین پر وارد ہونے کی وجہ سے پانی دستیاب ہوجائے گا۔ چنانچہ یہی وہ وادی ہے کہ جہاں صدیوں سے پانی نہیں نکالا جاسکا تھا وہاں خدا تعالیٰ نے ایسی برکت بخشی کہ ہر گھر میں پانی کے چشمے ابل پڑے اور اس طرح ربوہ کی تعمیر کا بنیادی مرحلہ خود خدا تعالیٰ نے حل کر دیا اور اس کے بعد ربوہ میں دفاتر اور رہائش کی جگہوں کی عارضی تعمیر پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوا اور ان سب اخراجات کا خدا تعالیٰ نے غیب سے انتظام فرمایا اور چند ہی ماہ میں اس شورزدہ زمین میں ایک جاذب نظر بستی اٹھتی نظر آنے لگی۔

اس کے بعد جب اپریل 1949ء میں ربوہ کی سرزمین پر پہلا تاریخی جلسہ منعقد ہوا تو اس وقت بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جو افتتاحی تقریر ارشاد فرمائی وہ اس مقصد عظیم کی آئینہ دار تھی کہ جس کی خاطر ایک بے آب وگیاہ وادی میں ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی جارہی تھی۔

حضورؓ نے فرمایا:۔

''پس محمد رسول اللہ ﷺ کے خادم ہونے کی حیثیت سے ہمارا بھی خدا پر حق ہے کہ ہم اس مقام کے بابرکت بنائے جانے کی دعائیں کریں پس آؤ ہم مل کر دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس مقام میں آنے والوں اس میں رہنے اور اس میں مرنے والوں سب پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ روحانیت کی اشاعت خدا کے نام کو بلند کرنے اور اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کیلئے اس مقام کو ایک اہم صدر مقام بنادے۔ خدا ہم کو توفیق دے کہ منشائے ابراہیمی منشائے محمدی اور منشاء مسیح موعود کے مطابق اس مقام کو پاکیزہ رکھیں اور خدا تعالیٰ کا فضل ہمیں اپنے ان ارادوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ ارادے کرنا تو ہمارے اختیار میں ہے مگر انہیں پورا کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔''

(الفضل مورخہ 30/اپریل 1949ء)

ربوہ کی عارضی تعمیر کے بعد جلد ی مستقل تعمیر کا کام شروع ہوا اور ستمبر 1949ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی رہائش کی غرض سے مستقل طور پر لاہور سے ربوہ تشریف لے آئے۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے ربوہ میں مستقل رہائش کے بعد پہلا خطبہ جمعہ 30 ستمبر 1949ء کو ارشاد فرمایا۔ حضورؓ نے فرمایا:۔

''اب یہاں ہماری عمارتیں بننی شروع ہوگئی ہیں لوگ رہنے لگ گئے ہیں دکانیں کھل گئی ہیں۔ کچھ کارخانوں کی صورت بھی پیدا ہورہی ہے کیونکہ چکیاں وغیرہ لگ رہی ہیں۔ مزدور بھی آ گئے ہیں پیشہ ور بھی آ گئے ہیں اور دفتر بھی آ گئے ہیں مگر یہ سب عارضی انتظام ہے مستقل انتظام کیلئے یہ شرط ہوگی کہ صرف ایسے ہی لوگوں کو ربوہ میں رہنے کی اجازت دی جائے گی جو اپنی زندگی عملی طور پر دین کی خدمت کیلئے وقف کرنے والے ہوں میرا یہ مطلب نہیں کہ یہاں رہنے والا کوئی شخص دکان نہیں کرسکتا کوئی اور پیشہ نہیں کرسکتا۔ وہ ایسا کر سکتا ہے مگر عملاً اسے دین کی خدمت کیلئے وقف رہنا پڑے گا جب بھی سلسلہ کو ضرورت ہوگی وہ بلا چون و چرا اپنا کام بند کر کے سلسلہ کی خدمت کرنے کا پابند ہوگا مثلاً اگر تبلیغ کیلئے وفد جارہے ہوں یا علاقہ میں کسی اور کام کیلئے اس کی خدمات کی ضرورت ہو تو اس کا فرض ہوگا کہ وہ فوراً اپنا کام بند کر کے باہر چلا جائے انہی شرائط پر لوگوں کو زمین دی جائے گی اور مثالی جگہ ہو جس طرح ظاہر میں ہم اسے دین کا مرکز بنا رہے ہیں اس طرح حقیقی طور پر یہاں کے رہنے والے سب کے سب افراد دین کی خدمت کیلئے وقف ہوں وہ بقدر ضرورت دنیا کا کام بھی کرتے ہوں لیکن ان کا اصل مقصد دین کی خدمت اور اس کی اشاعت ہو۔''

(یہ مضمون جاری ہے)

بیادگارِ حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ عنہ

فہمیدہ منیر

کوئی جگمگاتا ستارا تھا تُو
سمندر بھی تھا اور کنارا تھا تُو
تری چشمِ بینا نظارہ تھی اِک
کہ چشمِ فلک کا دُلارا تھا تُو

بھروسہ خدا کی عنایت پہ تھا
نہ کچھ زُعم زُہد و عبادت پہ تھا
تُو مردِ جری نیک اور پارسا
تُو مصلح تھا، رُشد و ہدایت پہ تھا

تُو تھا شاہِ لولاکؐ کا اِک غلام
تجھے ایک اَرفع ملا تھا مقام
تیری عظمتوں کے وہ قائل ہوئے
تجھے دشمنوں نے کیا تھا سلام

تیرا عشق قرآن سے یاد ہے
تیرا پیار انسان سے یاد ہے
تُو اک باغباں ایک رحمت نشاں
ہمیں جذب و احسان سے یاد ہے

بہادر نڈر اک سپاہی تھا تُو
خدا کی محبت کا داعی تھا تُو
تجھے چلتے رہنا ہی منظور تھا
نرالا رہِ حق کا راہی تھا تُو

اسیروں کا بن کر رہا رُستگار
اخوت کا رشتہ کیا استوار
اُجاگر تیری خوبیوں کے کمال
تیری خوبیاں میں کروں کیا شمار

تو بدعت سے اور شرک سے دُور تھا
خدا کی محبت میں مخمور تھا
تجھے حق ہمیشہ ہی میٹھا لگا
تُوحق بات کہنے پہ مجبور تھا

قدم تھا زمیں کے کناروں تلک
نظر تھی فلک کے ستاروں تلک
تیرا دل کہ تھا ربِّ کعبہ کا گھر
ہمیں کھینچ لایا بہاروں تلک

تُو بُت شرک کے توڑ دیتا رہا
تُو جھوٹوں کے منہ موڑ دیتا رہا
اسیرانِ زُلفِ محمدؐ سے تھا
تُو اپنوں کو بھی چھوڑ دیتا رہا

مجھے اپنے جیسے ملیں گے بہت
تیرے باغ میں گُل کھلیں گے بہت
قیامت تلک تجھ کو ڈھونڈیں گے پر
نہ پاکر تجھے دل ہلیں گے بہت

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ

''میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

امام مہدی کے دَور کی ایک نشانی یہ ہے کہ امام مہدی کا ایک منادی ایک مقام سے خطاب کرے گا اور تمام دنیا میں اسے دیکھا اور سنا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب امام مہدی آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اہل مشرق و مغرب کو جمع کر دے گا۔'' (ينابيع المودة جلد3صفحه90)

حضرت امام باقرؒ کا قول ہے:

''امام مہدی کے نام پر ایک منادی کرنے والا آسمان سے منادی کرے گا۔ اس کی آواز مشرق میں بسنے والوں کو بھی پہنچے گی اور مغرب میں رہنے والوں کو بھی۔ یہاں تک کہ ہر سونے والا جاگ اٹھے گا۔''

(المهدى الموعود المنتظر عند علماء اهل السنة والاماميه صفحه 284)

حضرت امام جعفر صادقؒ کا قول ہے:

''ہمارے امام قائم جب مبعوث ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے گروہ کے کانوں کی شنوائی اور آنکھوں کی بینائی کو بڑھا دے گا۔ یہاں تک کہ یوں محسوس ہوگا کہ امام قائم اور ان کے درمیان کا فاصلہ ایک برید یعنی ایک سٹیشن کے برابر رہ گیا ہے۔ چنانچہ جب وہ ان سے بات کریں گے تو وہ انہیں سنیں گے اور ساتھ دیں گے۔ جبکہ وہ امام اپنی جگہ پر ہی ٹھہرا رہے گا۔''

(مهدى موعود ترجمه بحار الانوار جلد3صفحه118)

مومن امام مہدی کے زمانہ میں مشرق میں ہوگا اور اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مغرب میں ہے اور جو مغرب میں ہوگا وہ اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مشرق میں ہے۔'' (نجم الثاقب جلد1صفحه101)

انوار النعمانیہ کے مصنف لکھتے ہیں:

''امام مہدی کے زمانہ میں اس کے ماننے والوں کی قوت سامعہ اور باصرہ اتنی تیز کر دی جائے گی کہ اگر متبعین ایک ملک میں ہوں گے اور امام دوسرے ملک میں تو وہ امام کو دیکھ لیں گے۔ اس کا کلام سن سکیں گے اور اس سے آزادی سے بات چیت کر سکیں گے۔''

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایم۔ٹی۔اے کے متعلق پیشگوئیاں

قادیان میں 1936 میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پہلی دفعہ لاؤڈ سپیکر استعمال کیا گیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس ایجاد کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''میں سمجھتا ہوں یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ مسیح موعود علیہ السلام اشاعت کے ذریعے اسلام کو کامیاب کرے گا۔ اور قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نشان کی صداقت کے لئے پریس جاری کر دیئے اور پھر آواز پہنچانے کیلئے لاؤڈ سپیکر اور وائرلیس وغیرہ ایجاد کرائے اور اب تو اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسا دن بھی آ سکتا ہے کہ مسجد میں وائرلیس کا سیٹ لگا ہوا اور قادیان میں جمعہ کے روز جو خطبہ پڑھا جا رہا ہو وہی تمام دنیا کے لوگ سن کر بعد میں نماز پڑھ لیا کریں۔''

(الفضل 29دسمبر1936)

مسجد اقصیٰ قادیان میں پہلی دفعہ 7 جنوری1938 کو لاؤڈ سپیکر لگا۔حضرت مصلح موعودرضی اللہ عنہ نے اس دن خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''اس خدا کا بے انتہا شکر ہے جس نے ہر زمانہ کے مطابق اپنے بندوں کے لئے سامان بہم پہنچائے ہیں کبھی وہ زمانہ تھا کہ لوگوں کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک چل کر جانا بہت مشکل ہوا کرتا تھا۔ اور اس وجہ سے بہت بڑے اجتماع ہونے ناممکن تھے لیکن آج ریلوں، موٹروں، لاریوں، بسوں، ہوائی جہازوں اور عام بحری جہازوں کی ایجاد اور افراط کی وجہ سے ساری دنیا کے لوگ بسہولت کثیر تعداد میں قلیل عرصہ میں ایک مقام پر جمع ہو سکتے ہیں۔۔۔پس خدا نے جہاں اجتماع کے ذرائع بہم پہنچائے۔ وہاں لوگوں تک آواز پہنچانے کا ذریعہ بھی اس نے ایجاد کروادیا اور ہزاروں ہزار اور لاکھوں لاکھ شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اس چھوٹی سی بستی میں جس کا چند سال پہلے کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا اپنے مامور کو مبعوث فرما کر اپنے وعدوں کے مطابق اس کو ہر قسم کی سہولتوں سے متمتع فرمایا۔ یہاں تک کہ اب ہم اپنی اس مسجد میں بھی وہ آلات دیکھتے ہیں۔۔۔آج اس آلہ کی وجہ سے اگر اس سے صحیح طور پر فائدہ اٹھایا جائے تو ایک ہی وقت میں لاکھوں آدمیوں تک بسہولت آواز پہنچائی جاسکتی ہے۔ اور ابھی تو ابتداء ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس آلہ کی ترقی کہاں تک ہوگی۔ بالکل ممکن ہے اس کو زیادہ وسعت دے کر ایسے ذرائع سے جو آج ہمارے علم میں بھی نہیں میلوں میل یا سینکڑوں میل تک آوازیں پہنچائی جاسکیں۔۔۔پس اب وہ دن دُور نہیں کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں درس و تدریس پر قادر ہوگا۔ ابھی ہمارے حالات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ نہیں اور ابھی علمی دقتیں بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں۔لیکن اگر یہ تمام دقتیں دُور ہو جائیں اور جس رنگ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے رہا ہے اور جس سُرعت سے ترقی دے رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب زمانہ میں ہی یہ دقتیں دُور ہو جائیں گی تو بالکل ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن اور حدیث کا درس دیا جارہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔ یہ نظارہ کیا ہی شاندار نظارہ ہوگا اور کتنے ہی عالیشان انقلاب کی یہ تمہید ہوگی کہ جس کا تصور کر کے بھی آج ہمارے دل مسرت و انبساط سے لبریز ہو جاتے ہیں۔''

(الفضل 13جنوری1938)

رسل و رسائل و ابلاغ کے جدید ذرائع کو دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے استعمال کرنے کا آغاز تو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے زمانہ میں فونوگراف کو ذریعہ دعوت الی اللہ کے طور پر استعمال کرنے کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ اور بعد میں وقتاً فوقتاً ان وسائل سے کام لیا گیا۔لیکن اس کا باقاعدہ مربوط نظام خلافت رابعہ میں قائم ہوا۔ ابتداء میں آپ کے خطبات کے آڈیو اور پھر وڈیو کیسٹ جماعتوں میں سنائے جانے لگے۔ اور اس کی افادیت اور اہمیت کا اصل اندازہ حضور کی ہجرت کے دوران ہوا۔ جب امام وقت کی آواز اور صورت کو سموئے ہوئے یہ کیسٹ دُور دُور تک بسنے والے احمدیوں تک پہنچنے لگے۔ حضور کی آواز گھر گھر سے نشر ہونے لگی اور اس طرح خلیفہ وقت اور افراد جماعت کے مابین ربط باہم کا موثر نظام قائم ہوگیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جو یہ وعدہ فرمایا کہ

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا

دیکھو کس شان سے پورا فرمایا ہے۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی۔ کل پرسوں کی بات ہے ہم ریڈیو کی باتیں کرتے تھے تو اپنے اندر یہ قدرت نہیں پاتے تھے کہ ہم کوئی انٹرنیشنل ریڈیو ہی قائم کرسکیں کُجا وہ دن اور کُجا دو تین سال کے عرصے میں یہ احمدیت کے قافلے کا پھلانگتا ہوا سفر جو پہلے زمین پر چھلانگیں مار رہا تھا اب آسمانوں پر اُڑنے لگا ہے اور آسمان سے پھر زمین پر اُترتا ہے اور پیغام لے کر پھر اپنے سفر پر رواں دواں ہوتا ہے۔ یہ نظام خدا نے ہمیں عطا فرمایا ہے اور اس الہام کی برکت ہے۔''

(ہفت روزہ الفضل انٹر نیشنل لندن 27جون1997)

(ربوہ دارالھجرت صفحہ339)

اسلام میں عورت کا مقام اور مسلم خواتین کی قربانیاں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے اندر ہی دین سیکھا تھا

اسلام کی تاریخ ہی نہیں دوسرے مذاہب کی تاریخ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ عورتوں نے مذہب کی بہت بڑی خدمت کی ہے اور عورتیں وہ تمام کام کر سکتی ہیں جو مرد کر سکتے ہیں۔وہ تبلیغ بھی کر سکتی ہیں

خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

فرمودہ 21/ اکتوبر 1956ء برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماءاللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تشہد وتعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

''اسلامی تعلیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں دیگر مذاہب کی نسبت عورت کے درجہ کو بہت بلند کیا گیا ہے۔گو موجودہ زمانہ میں مغربیت کے اثر کے ماتحت خود مسلمانوں نے عورت کے درجہ کو کم کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور بعض باتوں میں انہوں نے غلط اندازے بھی لگائے ہیں۔مثلاً کہا جاتا ہے کہ پردہ میں عورت کو صحیح تعلیم نہیں دی جا سکتی۔حالانکہ یہ بات غلط ہے۔حضرت عائشہؓ نے پردہ کے اندر ہی دین سیکھا تھا اور پردہ کے اندر ہی رہ کر وہ دین کی اتنی ماہر ہوگئی تھیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا،تم آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو۔گویا سارے مرد مل کر آدھا دین سیکھ سکتے ہیں اور حضرت عائشہؓ اکیلی آدھا دین سکھا سکتی ہیں۔حالانکہ حضرت عائشہؓ پردہ کیا کرتی تھیں اور آپ نے جو دین سیکھا تھا وہ پردہ کے اندر رہ کر سیکھا تھا۔پھر عورتوں نے اسلامی جنگوں میں وہ کام کئے ہیں جو بے پردہ یورپین عورتیں آج بھی نہیں کر رہیں۔حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں حضرت ضرارؓ جو ایک صحابی تھے،غفلت کی وجہ سے رومیوں کی قید میں آگئے اور رُومی انہیں پکڑ کر کئی میل تک ساتھ لے گئے۔انکی بہن خولہؓ کو اس کا پتہ لگا تو وہ اپنے بھائی کی زرہ اور سامان جنگ لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر اُن کے پیچھے گئیں اور دشمن سے اپنے بھائی کو چھڑا لانے میں کامیاب ہوگئیں۔''

(فتوح الشام جلد اوّل صفحہ 27-28)

اُس وقت رومی سلطنت طاقت اور قوت کے لحاظ سے ایسی ہی تھی جیسی آجکل انگریزوں کی حکومت ہے مگر اس کی فوج ایک صحابیؓ کو قید کر کے لے گئی تو اُن کی بہن اکیلی ہی باہر نکلی اور کئی میل تک رُومی سپاہیوں کے پیچھے چلی گئی اور پھر بڑی کامیابی سے اپنے بھائی کو اُن کی قید سے چھڑا لائی اور مسلمانوں کو اس بات کا اُس وقت پتہ لگا جب وہ اپنے بھائی کو واپس لے آئی۔

پھر ایک اور واقعہ بھی ہے جس سے عورتوں کی بہادری کا پتہ چلتا ہے۔حضرت سعدؓ بن ابی وقاص رسولِ کریم ﷺ کے خاص صحابہؓ میں سے تھے۔

حضرت عمرؓ نے انہیں اپنے زمانہ خلافت میں ایرانی فوج کے مقابلہ میں اسلامی فوج کا کمانڈر بنایا تھا۔ اتفاقاً انہیں ران پر ایک پھوڑا نکل آیا جسے ہمارے ہاں گھمبیر کہتے ہیں اور وہ لمبے عرصہ تک چلا گیا۔ بہتیرا علاج کیا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر انہوں نے خیال کیا کہ اگر مَیں چار پائی پر پڑا رہا اور فوج نے دیکھا کہ میں جو اس کا کمانڈر ہوں، ساتھ نہیں تو وہ بددل ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے ایک درخت پر عرشہ بنوایا جیسے ہمارے ہاں لوگ باغ کی حفاظت کے لئے بنا لیتے ہیں۔ آپ اس عرشہ میں آدمیوں کی مدد سے بیٹھ جاتے تا مسلمان فوج انہیں دیکھتی رہے اور اسے خیال رہے کہ اس کا کمانڈر ان کے ساتھ ہے۔ انہی دنوں آپ کو اطلاع ملی کہ ایک عرب سردار نے شراب پی ہے۔ شراب اگر چہ اسلام میں حرام تھی مگر عرب لوگ اس کے بہت عادی تھے۔ اور اگر اس کی عادت پڑ جائے تو جلدی چھٹتی نہیں۔ ابھی اُن کے اسلام لانے پر دو تین سال کا عرصہ گزرا تھا اور تین سال کے عرصہ میں اس کی عادت نہیں جاتی بہر حال حضرت سعد بن ابی وقاص کو جب اس مسلمان عرب سردار کے متعلق اطلاع ملی کہ اس نے شراب پی ہے تو آپ نے اسے قید کر دیا۔ ان دنوں باقاعدہ قید خانے نہیں ہوتے تھے۔ جس شخص کو قید کرنا مقصود ہوتا اسے کمرہ میں بند کر دیا جاتا اور اس پر پہرہ مقرر کر دیا جاتا۔ چنانچہ اس مسلمان عرب سردار کو بھی ایک کمرہ میں بند کر دیا گیا اور دروازہ پر پہرہ لگا دیا گیا۔

وہ سال تاریخ اسلام میں مصیبت کا سال کہلاتا ہے کیونکہ مسلمانوں کا جنگ میں بہت نقصان ہوا تھا ایک جگہ پر اسلامی لشکر کے گھوڑے دشمن کے ہاتھیوں سے بھاگے۔ پاس ہی ایک چھوٹا سا دریا تھا، گھوڑے اس میں کُود ے اور عرب چونکہ تیرنا نہیں جانتے تھے اس لئے سینکڑوں مسلمان ڈوب کر مر گئے اس لئے اس سال کو مصیبت کا سال کہتے ہیں۔ بہر حال وہ مسلمان عرب سردار کمرہ میں قید تھا۔ جب مسلمان سپاہی جنگ سے واپس آتے اس کمرہ کے قریب بیٹھ کر یہ ذکر کرتے کہ جنگ میں مسلمانوں کو بڑا نقصان ہوا ہے تو وہ کڑھتا اور اس بات پر اظہارِ افسوس کرتا کہ وہ اس موقعہ پر جنگ میں حصہ نہیں لے سکا۔ بے شک اُس میں یہ کمزوری تھی کہ اس نے شراب پی لی لیکن وہ تھا بڑا بہادر۔ اس کے اندر جوش پایا جاتا تھا۔ جنگ میں مسلمانوں کے نقصانات کا سن کر وہ کمرے میں اس طرح ٹہلنے لگ جاتا جیسے پنجرے میں شیر ٹہلتا ہے۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ شعر پڑھتا جن کا یہ مطلب تھا کہ آج ہی موقع تھا کہ تو اسلام کو بچاتا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھاتا مگر تُو قید ہے۔

حضرت سعدؓ کی بیوی بڑی بہادر عورت تھیں۔ وہ ایک دن اس کمرہ کے پاس سے گزریں انہوں نے یہ شعر سن لئے۔ انہوں نے دیکھا وہاں پہرہ نہیں ہے۔ وہ دروازہ پر گئیں اور اس قیدی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تجھے پتہ ہے کہ سعدؓ نے تجھے قید کیا ہوا ہے اگر اُسے پتہ لگ گیا کہ میں نے تجھے قید سے آزاد کر دیا ہے تو مجھے چھوڑے گا نہیں۔ مگر میرا جی چاہتا ہے کہ میں تجھے قید سے آزاد کر دوں تا کہ تو اپنی خواہش کے مطابق اسلام کے کام آسکے۔ اس نے کہا آپ جب لڑائی ہو مجھے چھوڑ دیا کریں میں وعدہ کرتا ہوں کہ لڑائی کے بعد میں فوراً واپس آکر اس کمرہ میں داخل ہو جایا کروں گا۔ اس عورت کے دل میں بھی اسلام کا درد تھا اور اس کی حفاظت کے لئے جوش پایا جاتا تھا۔ اس لئے اس نے اس شخص کو قید سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ لڑائی میں شامل ہوا اور ایسی بے جگری سے لڑا کہ اس کی بہادری کی وجہ سے اسلامی لشکر بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے بڑھ گیا۔ سعدؓ نے اسے پہچان لیا اور بعد میں کہا آج کی لڑائی میں وہ شخص موجود تھا جسے مَیں نے شراب پینے کی وجہ سے قید کیا ہوا تھا گو اس نے چہرہ پر نقاب ڈالی ہوئی تھی مگر مَیں اس کے حملہ کے انداز اور قد کو پہچانتا ہوں۔ مَیں اس شخص کو تلاش کروں گا جس نے اسے قید سے نکالا ہے اور اسے سخت سزا دوں گا۔ جب حضرت سعدؓ نے یہ الفاظ کہے تو ان کی بیوی کو غصہ آگیا اور اس نے کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ آپ تو درخت پر عرشہ بنا کر بیٹھا ہوا ہے اور اس شخص کو تُو نے قید کیا ہوا ہے جو دشمن کی فوج میں بے دریغ گھس جاتا ہے اور اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا۔ مَیں نے اس شخص کو قید سے چھڑایا تھا تم جو چاہو کر لو۔

(الفاروق، شبلی، حصہ اوّل)

غرض عورتوں نے اسلام میں بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ لیکن یہ صرف اسلام ہی کی بات نہیں اسلام سے پہلے مذاہب کی تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ گو ان مذاہب نے عورتوں کو ان کے حقوق نہیں دیئے مگر انہوں نے اپنے مذہبوں کے لئے بڑے بڑے کام کئے ہیں مثلاً سب سے پرانا ہندوستان کا کرشن ہے۔ تم نے شاید سنا ہوگا کہ کرشن کی گوپیاں ہوتی تھیں جو ان کے اردگرد

رہتی تھیں۔ ہندو تصویریں بناتے ہیں تو وہ کرشن جی کو ایک بچہ کی شکل میں دکھاتے ہیں۔ اور پُرانے قصوں کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ وہ قصّہ کو مزیدار بنانے کے لئے شکلیں بدلتے رہتے ہیں ۔ بہر حال کرشن جی کے متعلق جو تصویریں عام طور پر ملتی ہیں اُن میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ کرشن جی درخت پر چڑھے ہوئے ہیں اور اس درخت کے ارد گرد عورتیں کھڑی ہوئی ہیں ۔ انہوں نے ہاتھ میں مکھّن اُٹھایا ہوا ہے ۔ کرشن جی درخت سے نیچے اترتے ہیں اور ان سے مکھّن چھین کر لے جاتے ہیں ۔ درحقیقت تصویری زبان میں اس میں بھی ایک بھاری حکمت بیان کی گئی تھی ۔ اور وہ حکمت یہ ہے کہ کسی مذہبی قوم کا مکھّن اس کے نَومسلم ہوتے ہیں ۔ جس طرح دُودھ کو بلونے سے مکھّن بنتا ہے اسی طرح جب انسانی دماغ کو بلویا جائے اور سچ اس کے اندر ڈالا جائے تو اس کے نتیجہ میں وہ صداقت کو قبول کر لیتا ہے اور پھر یہ مکھّن نبی کے ہاتھ میں جاتا ہے اور وہ اسے اپنی جماعت میں داخل کر لیتا ہے ۔ پس ان تصویروں میں بتایا گیا ہے کہ کرشن جی کے وقت میں عورتیں تبلیغ کیا کرتی تھیں اور پھر جو لوگ صداقت کو قبول کر لیتے تھے انہیں ساتھ لے کر وہ کرشن جی کے پاس آتیں اور وہ انہیں اپنی جماعت میں داخل کر لیتے ۔ گو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ عورتوں کو کرشن جی کا مرید بناتی تھیں یا مَردوں کو بناتی تھیں مگر ان تصویروں سے پتہ لگتا ہے کہ اس زمانہ کی عورتیں اتنی قربانی کرنے والی تھیں کہ وہ رات دن کرشن جی کا پیغام دنیا کو پہنچاتی رہتی تھیں اور اس کے نتیجہ میں جو لوگ ایمان لے آتے تھے انہیں ساتھ لے کر کرشن جی کے پاس آتی تھیں اور وہ انہیں اپنی جماعت میں داخل کر لیتے تھے ۔ غرض حضرت کرشن کے زمانہ میں بھی عورتوں نے مذہب کیلئے بڑی قربانیاں کی ہیں۔

پھر ہم اُن نبیوں کی طرف آتے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے ۔ اسلام کا مرکز مکّہ مکرمہ ہے اور مسلمانوں کی واحد مسجد جو سب سے پُرانی ہے وہ خانہ کعبہ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے ۔ اس کے بننے کا جو ذکر آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت ہاجرہؓ کا بڑا حصّہ ہے ۔ حضرت ہاجرہؓ حضرت ابراہیمؑ کی دوسری بیوی تھیں ۔ سارہ پہلی بیوی تھی ۔ سارہ ہاجرہ سے کسی بات پر جھگڑ پڑیں تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اگر ہاجرہ اس گھر میں رہیں تو میرا اُن سے نباہ نہیں ہو سکے گا ۔ حضرت ابراہیمؑ کو یہ جھگڑا دیکھ کر سخت صدمہ ہوا ۔ اور آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ یا اللہ میرے گھر کا امن برباد ہو رہا ہے ۔ میری پہلی بیوی دوسری بیوی کی موجودگی میں میرے گھر میں رہنے سے انکار کر رہی ہے ۔ تُو نے اس کی اولاد سے بڑے وعدے کئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے کہا جیسے تیری پہلی بیوی سارہ کہتی ہے اس میں تیرے خاندان کی بھلائی ہے ۔ تُو ہاجرہ اور اس کے بیٹے اسماعیل کو جنگل میں چھوڑ آ۔

(پیدائش باب 21)

چنانچہ آپؑ حضرت ہاجرہؓ اور اُس کے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر (اِسلامی روایات کے مطابق) مکّہ کی طرف گئے ۔ وہاں پہنچ کر آپؑ نے ایک تھیلی کھجوروں کی اور ایک مشکیزہ پانی کا اُن کے پاس رکھا اور خود واپس آ گئے ۔ ابھی وہاں زمزم کا چشمہ نہیں نکلا تھا اور اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا ۔ قافلے بھی پیاس کی وجہ سے وہاں سخت تکلیف اٹھاتے تھے ۔ حضرت ہاجرہؓ نے جب دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ اس بیابان میں اُنہیں اور اُن کے اکلوتے بیٹے کو چھوڑ کر واپس جا رہے ہیں تو آپ کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہنے لگیں ابراہیم تُم مجھے اور میرے بچے کو یہاں کس لئے چھوڑ چلے ہو ۔ جہاں نہ کھانے کو کچھ ملتا ہے اور نہ پینے کے لئے پانی ہے ۔ تم ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی کھجوریں ہمیں دے چلے ہو یہ بھلا کتنے دن جائیں گی ۔ اس کے بعد ہم کیا کریں گے؟ ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس نظارہ کی وجہ سے کہ آپ اپنا بڑا اور اکلوتا بیٹا جو بُڑھاپے میں پیدا ہوا تھا جبکہ آپؑ کی عمر سو سال تھی بیابان میں چھوڑ کر جا رہے ہیں، رقّت آ گئی ۔ آپ نے سمجھا کہ اگر میں نے ہاجرہ کو زبان سے جواب دیا تو میری آواز بھرّا جائے گی اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے اس لئے آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا دیا جس کا مطلب تھا کہ ہاجرہ! مَیں تجھے اور تیرے بیٹے کو کسی سنگدلی کی وجہ سے یہاں نہیں چھوڑ رہا بلکہ مجھے ایسا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے ۔ حضرت ہاجرہؓ نے آپؑ کی بات کو سمجھ لیا اور کہا:

اِذً الَّا یُضیّعُنَا

اگر آپؑ ہمیں خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت یہاں چھوڑ چلے ہیں تو ہمیں کوئی فکر نہیں ۔اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کریگا ۔ یہ کہہ کر حضرت ہاجرہؑ اس جگہ واپس آ گئیں جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لٹایا تھا اور ایک دفعہ بھی پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھا۔لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام درد و غم کی وجہ سے بار بار مُڑ کر دیکھتے جاتے تھے۔گویا حضرت ہاجرہؑ نے جو صبر کا نمونہ دکھایا وہ حضرت ابراہیمؑ کے نمونہ سے بڑھ کر تھا۔آپ تو بار بار مُڑ کر دیکھتے تھے لیکن حضرت ہاجرہؑ نے ایک دفعہ بھی مُڑ کر نہ دیکھا اور کہا اگر خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہمیں یہاں چھوڑ دیا جائے تو وہ خود ہماری حفاظت کرے گا۔ہمیں کیا پرواہ ہے۔چنانچہ آپ وہاں رہیں اور پھر اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔پانی کا چشمہ نکل آنے کی وجہ سے قافلے آپ کی اجازت سے وہاں ٹھہرتے اور چشمہ کا پانی استعمال کرتے ۔بعد میں ایک قبیلہ وہاں آباد ہو گیا۔ اور اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنا سردار بنالیا۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان نبی پیدا ہوا۔

مسلمان عورتوں کی قربانیاں

تو دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی عورتوں نے مذہب کی خاطر بہت قربانیاں کی ہیں۔کرشنؑ کے زمانہ میں بھی تبلیغ کا اہم کام کیا ہے اور اسلام کے ابتدائی دور میں بھی عورتوں نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں اور بعد میں بھی عورت کا حصہ بڑھتا چلا گیا۔دیکھو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کی سب سے پہلے امداد جس نے کی وہ ایک عورت ہی تھی۔اسلام کی تبلیغ کے لئے سب سے پہلے روپے کی ضرورت تھی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی پیسہ نہ تھا۔اس وقت حضرت خدیجہؓ نے اپنی تمام دولت آپؐ کے سپرد کر دی اور کہا آپ جس طرح چاہیں اُسے استعمال کریں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی نوجوان دین کے لئے زندگی وقف کرتا ہے تو اُسے کوئی شخص اپنی لڑکی دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ماں باپ کہتے ہیں ہم اپنی لڑکی اُسے نہیں دیں گے، ہماری لڑکی کھائے گی کہاں سے؟ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو بچپن سے ہی وقف زندگی تھے اور آپ کے پاس کوئی روپیہ بھی نہ تھا۔حضرت خدیجہؓ جو ایک بڑی مالدار خاتون تھیں، بیوہ تھیں، ان سے کسی سہیلی نے کہا تم شادی کیوں نہیں کر لیتیں ۔انہوں نے کہا کس سے کروں؟ اگر کوئی دیانتدار آدمی مل جائے تو اس سے شادی کرلوں۔اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر دیانتدار اور کون ہے۔تم نے خود اس کی دیانت کو دیکھ لیا ہے۔حضرت خدیجہؓ نے آپ کو شام کی طرف تجارتی مال دے کر بھیجا تھا اور اس سفر میں آپ کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔حضرت خدیجہؓ نے محسوس کیا تھا کہ یہ نفع منڈیوں کے حالات کی وجہ سے نہیں بلکہ امیر قافلہ کی نیکی اور دیانت کی وجہ سے ہے۔ آپ کے غلام میسرہ نے بھی آپؐ کے اس خیال کی تائید کی تھی۔بہر حال رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانتداری کا حضرت خدیجہؓ پر بڑا اثر تھا۔جب اس نے آپ کو محمد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی تحریک کی تو آپ نے فرمایا اگر وہ راضی ہو جائیں تو میں اُن سے شادی کرلُوں گی۔اس وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 25 سال تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر 40 سال کی تھی گویا آپ حضرت خدیجہؓ سے پندرہ سال چھوٹے تھے۔حضرت خدیجہؓ کی اس سہیلی نے جس نے شادی کی تحریک کی تھی کہا۔اگر آپ اجازت دیں تو مَیں اس بارہ میں کسی سے بات کروں ۔حضرت خدیجہؓ نے کہا میں راضی ہوں اور میری طرف سے تمہیں اس بارہ میں بات کرنے کی اجازت ہے۔چنانچہ وہ عورت حضرت خدیجہؓ کے رشتہ داروں کے پاس گئی۔انہوں نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائے تو ہمیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں۔پھر وہ عورت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے دریافت کیا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپؐ نے فرمایا میرے پاس کوئی مال نہیں ہے جس سے مَیں شادی کروں۔اُس نے کہا اگر یہ مشکل دُور ہو جائے تو پھر۔آپؐ نے فرمایا وہ کون عورت ہے؟ اس نے کہا وہ خدیجہؓ۔آپؐ نے فرمایا مَیں اس تک کس طرح پہنچ سکتا ہوں؟ اس نے کہا یہ میرے ذمہ رہا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے منظور ہے۔تب حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے چچا کی معرفت شادی کا پختہ فیصلہ کر لیا اور آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوگئی۔

شادی کے بعد جب حضرت خدیجہؓ نے محسوس کیا کہ آپؐ کا حساس دل ایسی زندگی میں کوئی خاص لطف نہیں پائے گا کہ آپؐ کی بیوی مالدار ہو اور آپ اس کے محتاج ہوں تو انہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ اپنی تمام دولت آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیں گی تاکہ جب اور جیسے آپ چاہیں اُسے خرچ کر سکیں۔

چنانچہ انہوں نے رسولِ کریم ﷺ سے کہا۔ میرے چچا کے بیٹے! (اس وقت آپ ابھی رسالت کے منصب پر فائز نہیں ہوئے تھے اور عرب میں قاعدہ ہے کہ جب بیویاں اپنے خاوندوں کو مخاطب کیا کرتی ہیں تو چچا کے بیٹے کہا کرتی ہیں) مَیں اپنا سارا مال اور غلام آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہوں۔ آپ میری دلجوئی کریں اور میری اس پیشکش کو قبول فرمالیں۔ آپ نے فرمایا: خدیجہ! منہ سے بات کہہ دینا آسان ہوتا ہے مگر بعد میں اس پر قائم رہنا مشکل ہوتا ہے۔ تمہیں پتہ ہے مَیں غلامی کا سخت مخالف ہوں اور تمہارے غلام ہیں۔ اگر تم نے وہ سارے غلام میرے سپرد کر دیئے تو مَیں انہیں فوراً آزاد کر دوں گا۔ اس زمانہ میں بڑی جائیداد غلام ہی ہوتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا خدیجہ! اگر مَیں نے تمہارے سب غلاموں کو آزاد کر دیا تو تم خفا تو نہیں ہوگی اور اپنے عہد پر قائم رہوگی۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا آپؐ جس طرح چاہیں کریں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مَیں آپ کی خوشی میں ہی اپنی خوشی محسوس کرتی ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے خانہ کعبہ میں لوگوں کو جمع کیا اور اعلان کیا کہ اے لوگو! گواہ رہو آج خدیجہ نے اپنا سارا مال مجھے دے دیا ہے۔ مجھے اختیار دیا ہے کہ مَیں جیسے چاہوں استعمال کروں۔ سو آج مَیں نے اس کے سب غلام آزاد کر دیئے ہیں۔ اب وہ جہاں چاہیں جاسکتے ہیں۔ گویا جب رسولِ کریم ﷺ کو اپنے مشن کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی تو اس وقت وہ روپیہ ایک عورت نے ہی آپ کو مہیا کیا۔

پھر آپؐ کو عبادت کا شوق ہوا تو آپؐ شہر سے تین چار میل دُور ایک پہاڑی کی چوٹی پر پتھروں کی بنی ہوئی ایک چھوٹی سی غار میں جسے حرآء کہتے ہیں عبادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ حضرت خدیجہؓ آپ کو تین چار دن کے لئے کھانا دے دیتیں جو ستوؤں اور کھجوروں پر مشتمل ہوتا تھا۔ جب وہ ختم ہو جاتا تو آپؐ واپس آتے اور حضرت خدیجہؓ پھر تین چار دن کی خوراک دے دیتیں اور آپ حراء میں واپس تشریف لے جاتے۔

پھر جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ بہت گھبرائے۔ آپ نے خیال کیا کہ انسان چاہے کتنی بھی کوشش کرے خدا تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مَیں بھی خدا تعالیٰ کے حق کو ادا نہ کرسکوں اور اس طرح اس کی ناراضگی کا مورد بنوں۔ آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس آگئے اور فرمایا۔ خدیجہ! آج جبرائیلؑ آیا ہے اور اس نے مجھے خدا تعالیٰ کا حکم دیا ہے کہ جاؤ اور ساری دنیا کو خدائے واحد کی تبلیغ کرو۔ لیکن مَیں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ اس بات کو سنتے ہی فوراً حضرت خدیجہؓ نے کہا۔ میرے چچا کے بیٹے! آپ گھبراتے کیوں ہیں۔

كَلَّا وَ اللّٰه لا يُخزِ يک اللّٰه اَ بَدًا اِ نَّک لَتَصِلُ الرَّ حِمَ
وَ تَحمِلُ الْکَلَّ وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمِ وَ تَقرِ ی الضَّیفَ
وَ تُعِینُ عَلیٰ نَوَا ئِبِ الحَقِّ۔

(بخا ری باب بدء الوحی)

خدا کی قسم یہ کلام خدا تعالیٰ نے اس لئے آپؐ پر نازل نہیں کیا کہ آپ ناکام و نامراد ہوں اور خدا تعالیٰ آپ کو رُسوا کر دے۔ خدا تعالیٰ ایسا کب کرسکتا ہے۔ آپ تو وہ ہیں کہ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں اور بے یار و مددگار لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ اخلاق جو ملک سے مِٹ چکے ہیں وہ آپؐ کی ذات کے ذریعہ دنیا میں دوبارہ قائم ہو رہے ہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور سچّی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ کیا ایسے انسان کو خدا تعالیٰ کسی ابتلاء میں ڈال سکتا ہے۔ اس نے اگر آپؐ پر کلام نازل کیا ہے تو اس لئے نہیں کہ آپؐ کو کسی دُکھ میں ڈالے بلکہ اس لئے نازل کیا ہے کہ وہ آپؐ کی عزّت بڑھائے۔

پھر سب سے پہلے جو آپؐ کے دعویٰ پر ایمان لائیں وہ حضرت خدیجہؓ ہی تھیں۔ گویا رسولِ کریم ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی ایک عورت ہی تھی۔ مؤرخین نے اس بات پر بہت بحث کی ہے کہ سب سے پہلے کون مسلمان ہوا۔ بعض نے کہا ہے سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ تھیں۔ بعض نے حضرت ابوبکرؓ کو پہلا مسلمان قرار دیا ہے اور شیعہ حضرت علیؓ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ محققین نے لکھا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔ جوان سال مردوں میں سے حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے ایمان لائے۔ بچوں میں سے حضرت علیؓ کو سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی اور غلاموں میں سے حضرت زیدؓ پہلے ایمان لائے۔

بہر حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں پہلا مالی بوجھ اُٹھانے والی

ایک عورت ہی تھی جس نے رسول کریم ﷺ کی اس قدر خدمت کی کہ اس کی نظیر نہیں ملتی ۔ان کی خدمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اُن کی محبت وفات کے بعد رسول کریم ﷺ کے دل میں جوش مارتی رہی ۔ جب بھی کوئی بات ہوتی تو آپ ؐ فرماتے خدیجہؓ نے یوں کہا تھا، خدیجہؓ یوں کیا کرتی تھی اور اس کی وجہ سے آپ ؐ کی نو جوان بیویاں چڑ جایا کرتی تھیں مثلاً حضرت عائشہؓ جوان تھیں اور پھر آپ ؐ کی خدمت بھی کیا کرتی تھیں ۔ جب بات بات پر آپ ؐ حضرت خدیجہؓ کا ذکر فرماتے تو وہ بعض دفعہ چڑ جایا کرتی تھیں ۔ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ؐ کو کیا ہو گیا ہے!؟ خدیجہؓ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو جوان اور خدمت کرنے والی بیویاں دی ہیں مگر پھر بھی آپ ؐ ہر وقت اُسی بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں ۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا! عائشہؓ تجھے معلوم نہیں خدیجہؓ نے میرا ساتھ کس وفاداری کے ساتھ دیا تھا۔ ہر مصیبت میں اس نے میرا ساتھ دیا اور ہر مشکل کے وقت اس نے میرے لئے قربانی کی ۔کیا مَیں اُسے بھول سکتا ہوں ۔تمہارا مقام اپنی جگہ ہے ۔اس نے میری اس وقت خدمت کی جب ساری دُنیا مجھے چھوڑ چکی تھی ۔ وہ میرے دشمنوں کے مقابلہ میں میرے ساتھ پہاڑ بن کر کھڑی رہی ۔

پھر حضرت خدیجہؓ کی خدمات کا رسول کریم ﷺ پر اس قدر اثر تھا کہ ایک دفعہ ان کی بہن ملنے کے لئے آئیں ۔اُن کی آواز حضرت خدیجہؓ کی آواز سے ملتی تھی ۔ان کی آواز جب رسول کریم ﷺ کے کان میں پڑی تو آپ ؐ کو یوں معلوم ہوا کہ گویا خدیجہؓ آ گئی ہیں ۔تاریخ میں آتا ہے کہ آپ ؐ اس کی آواز سن کر بے قرار ہو گئے اور اس بے کلی کی حالت میں فرمانے لگے ۔ ہائے میری خدیجہؓ، ہائے میری خدیجہؓ ۔یعنی میری خدیجہؓ کہاں سے آ گئی! ۔لوگوں نے کہا! یا رسول اللہ! خدیجہؓ کو تو فوت ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں ۔ یہ ان کی بہن ہے ۔اب دیکھ لو! حضرت خدیجہؓ کی وفات کے پندرہ سولہ سال بعد بھی ان کی آواز کے ساتھ ملتی جلتی آواز سن کر رسول کریم ﷺ کا بے تاب ہو کر ہائے میری خدیجہؓ کہہ اُٹھنا اس بات کی کتنی واضح دلیل ہے کہ ان کی خدمات کا آپ ؐ کے دل پر گہرا اثر تھا اور وہ لمبا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی آپ ؐ کے دل سے محو نہیں ہوا تھا ۔تو اسلام کی ابتداء میں بھی عورتوں نے ہی زیادہ خدمات کی ہیں ۔ جب آپ ؐ نے دعویٰ نبوّت کیا تو سارے مکّہ والے آپ ؐ کے مخالف ہو گئے ۔اس وقت آپ ؐ کو کہیں پناہ ملتی تھی تو اُمّ ہانی کے گھر ملتی تھی ۔ پرانے صحابہؓ کہا کرتے تھے کہ ہم اُمّ ہانی کے گھر جا کر رسولِ کریم ﷺ سے دین سیکھا کرتے تھے ۔غرض پہلی ہستی جس نے آپ ؐ کی مالی خدمت کی اور غارِ حراء میں عبادت کے زمانہ میں آپ ؐ کو کھانا وغیرہ باقاعدگی سے پہنچایا وہ ایک عورت ہی تھی ۔اور دعویٰ نبوت کے بعد جب سارا مکّہ آپ ؐ کا مخالف ہو گیا تھا تو جس نے آپ ؐ کو پناہ دی وہ عورت ہی تھی ۔

پھر تیسرا نازک ترین وقت آنحضرت ؐ کی زندگی میں وہ آیا جب عرب کے تمام قبائل نے متحد ہو کر ایک بڑا لشکر مدینہ پر چڑھائی کے لئے بھیجا۔اس وقت مدینہ کے بعض یہودی قبائل بھی جو بظاہر مسلمانوں کے حلیف تھے دشمن کے ساتھ مل گئے تھے ۔اس وقت بھی ایک عورت ہی تھی جس نے ہمت سے کام لیا اَور دشمن کے حملہ کو ناکام کر دیا۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے اس موقع پر مدینہ کے یہودی بھی مشرکینِ مکّہ کے ساتھ مل گئے تھے اور باہر سے بیس سے چوبیس ہزار کے درمیان تعداد میں دشمن کا لشکر حملہ آور ہو رہا تھا۔اس کے مقابلہ میں جو مسلمان تھے اُن کی تعداد صرف بارہ سو تھی ۔ جب رسولِ کریم ﷺ کو یہودیوں کی غدّاری کا علم ہوا تو چونکہ مستورات ان یہودیوں کے اعتبار پر اس علاقہ کی طرف رکھی گئی تھیں جدھر یہودی قبائل کے قلعے تھے اور اب وہ بغیر حفاظت کے تھیں ۔اس لئے رسولِ کریم ﷺ نے ان کی حفاظت ضروری سمجھی اور بارہ سَو کے قریب لشکر میں سے پانچ سَو سپاہیوں کو عورتوں کی حفاظت کے لئے مقرر فرما دِیا۔لیکن اس سے پہلے تمام عورتیں غیر محفوظ تھیں ۔ایک دن دشمن نے شدید حملہ کیا جس کی وجہ سے رسولِ کریم ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہؓ اطمینان سے نماز بھی نہ پڑھ سکے دشمن سامنے سے حملہ کر رہا تھا اور یہودی اس بات کی تاڑ میں تھے کہ کوئی موقع مل جائے تو بغیر مسلمانوں کے شبہات کو ابھارنے کے وہ مدینہ کے اندر گھس کر مسلمان عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیں ۔ چنانچہ ایک دن یہودیوں نے ایک جاسوس بھیجا تا کہ وہ معلوم کرے کہ عورتیں اور بچے اکیلے ہی ہیں یا خاصی تعداد سپاہیوں کی ان کی حفاظت کے لئے مقرر ہے ۔جس خاص احاطہ میں خاص خاص خاندانوں کو جن کو دشمنوں سے زیادہ خطرہ تھا جمع کر دیا گیا تھا۔ اس کے پاس اس جاسوس نے منڈلانا شروع کر دیا اور چاروں طرف دیکھنا شروع کیا کہ آیا مسلمان سپاہی اردگرد کہیں پوشیدہ تو نہیں ۔وہ اس تاڑ میں ہی تھا

کہ رسولِ کریم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے اسے دیکھ لیا۔ اتفاقاً اس وقت ایک ہی مسلمان وہاں تھا جو بیمار اور کمزور دل تھا۔ حضرت صفیہؓ نے اسے کہا کہ یہ آدمی دیر سے عورتوں کے علاقہ میں پھر رہا ہے اور چاروں طرف دیکھتا پھرتا ہے۔ یہ یقیناً جاسوس ہے تم اس کا مقابلہ کرو۔ لیکن اس کمزور دل اور بیمار صحابی نے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا مجھے ڈر آتا ہے۔ تب حضرت صفیہؓ نے خود ایک چوب اتاری اور اس جاسوس کی نظر بچا کر اس زور سے اسے ماری کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب وہ یہودی بے ہوش ہو کر گرا تو وہ ننگا ہو گیا۔ حضرت صفیہؓ نے اس صحابی سے کہا اب ذرا اس پر کپڑا تو ڈال دو۔ لیکن اس صحابی کا دل بہت کمزور تھا وہ پھر کہنے لگا۔ مجھے ڈر آتا ہے کہ کہیں یہ شخص زندہ ہی نہ ہو اور مجھے مار نہ دے۔ آخر کار حضرت صفیہؓ نے ہی جُرأت کی۔ آپ اپنی آنکھوں پر کپڑا ڈال کر ایک طرف سے گئیں اور اس یہودی پر کپڑا اڈالا اور اس کے بعد اس کی مشکیں کس دیں۔

پھر جب جنگِ اُحد کے موقع پر دشمن کا ایک ریلہ آیا اور مسلمان لشکر کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ رسول کریم ﷺ کے پاس سے دور تک دھکیل دیئے گئے اور صرف چند مسلمان آپؐ کے پاس رہ گئے۔ اس وقت دشمن کی طرف سے کچھ پتھر رسول کریم ﷺ کی خود پر لگے۔ جس کی وجہ سے خود کا کیل آپ کی پیشانی میں گُھس گیا اور آپ بیہوش ہو کر مسلمانوں کی لاشوں پر گر پڑے۔ اس کے بعد بعض اور مسلمانوں کی لاشیں آپؐ کے جسم مبارک پر گریں اور مسلمانوں نے سمجھا کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں۔ اس وقت بھی مسلمان عورتیں ہی تھیں جنہوں نے اپنی وفاداری کا ایسا ثبوت پیش کیا جس کی مثال دُنیا میں ملنی مشکل ہے۔

اُحد کا میدان مدینہ سے آٹھ نو میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب مدینہ میں رسول کریم ﷺ کی شہادت کی خبر پہنچی تو عورتیں بے تحاشا روتی اور بلبلاتی ہوئی شہر سے باہر نکل آئیں اور میدانِ جنگ کی طرف دوڑ پڑیں۔ اکثر عورتوں کو رستہ میں آپؐ کی سلامتی کی خبر مل گئی اور وہ وہیں ٹھہر گئیں۔ مگر ایک عورت دیوانہ وار اُحد تک جا پہنچی۔ اس عورت کا خاوند، بھائی اور باپ اُحد میں مارے گئے تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا۔ جب وہ مسلمان لشکر کے قریب پہنچی تو اس نے ایک صحابی سے دریافت کیا رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ چونکہ خبر دینے والا رسول کریم ﷺ کی طرف سے مطمئن تھا اس لئے اس نے اس عورت سے کہا۔ بی بی افسوس ہے کہ تمہارا باپ اس جنگ میں مارا گیا۔ اس پر اُس عورت نے کہا تم عجیب ہو مَیں پوچھتی ہوں کہ رسول کریم ﷺ کا کیا حال ہے؟ اور تم یہ خبر دیتے ہو کہ تیرا باپ مارا گیا ہے۔ اس پر اس صحابی نے کہا۔ بی بی! مجھے افسوس ہے کہ تیرا خاوند بھی اس جنگ میں مارا گیا ہے۔ اس پر اس عورت نے پھر کہا۔ مَیں نے تم سے اپنے خاوند کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ مَیں یہ پوچھتی ہوں کہ رسول کریم ﷺ کا کیا حال ہے؟ اِس پر اُس صحابی نے اُسے پھر کہا۔ بی بی! مجھے افسوس ہے کہ تیرا بھائی بھی اس جنگ میں مارا گیا ہے۔ اس عورت نے بڑے جوش سے کہا۔ مَیں نے تم سے اپنے بھائی کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ مَیں تو تم سے رسول کریم ﷺ کے متعلق پُوچھ رہی ہوں۔ تم یہ تو بتاؤ کہ آپؐ کا کیا حال ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا کہ اُسے اپنے باپ، بھائی اور خاوند کی موت کی کوئی پرواہ نہیں۔ وہ صرف رسول کریم ﷺ کی خیریت دریافت کرنا چاہتی ہے تو وہ اس کے سچے جذبات کو سمجھ گئے اور انہوں نے کہا بی بی! رسول کریم ﷺ تو خیریت سے ہیں۔ اس پر اُس نے کہا مجھے بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ پھر دوڑتی ہوئی اُس طرف گئی جہاں رسول کریم ﷺ کھڑے تھے اور وہاں پہنچ کر رسول کریم ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر آپؐ کا دامن پکڑ کر کہنے لگی۔ یارسول اللہ ﷺ! میری ماں اور باپ آپؐ پر قربان ہوں جب آپؐ سلامت ہیں تو کوئی مَرے مجھے کیا پرواہ ہے۔ مجھے تو صرف آپؐ کی زندگی کی ضرورت تھی۔ اگر آپؐ زندہ ہیں تو مجھے کسی اور کی وفات کا فکر نہیں۔ اب دیکھو اس عورت کو رسول کریم ﷺ سے کس قدر عشق تھا۔ لوگ اسے یکے بعد دیگرے باپ، بھائی، اور خاوند کی وفات کی خبر دیتے چلے گئے۔ لیکن وہ جواب میں ہر دفعہ یہی کہتی چلی گئی کہ مجھے بتاؤ رسولِ کریم ﷺ کا کیا حال ہے؟ غرض یہ بھی ایک عورت ہی تھی جس نے رسولِ کریم ﷺ سے اس قدر عشق کا مظاہرہ کیا۔

پھر اسی قسم کی فدائیت کی ایک اور مثال بھی تاریخوں میں ملتی ہے۔ جب رسولِ کریم ﷺ احد کے میدان سے واپس تشریف لائے تو مدینہ کی عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کے لئے نکل آئے۔ رسولِ کریم ﷺ کی اُونٹنی کی باگ ایک پُرانے اور بہادر انصاری صحابی سعدؓ بن معاذ نے پکڑی ہوئی تھی اور فخر سے آگے آگے چلے آرہے تھے۔ شہر کے پاس انہیں اپنی بڑھیا ماں جس کی نظر کمزور

ہو چکی تھی آتی ہوئی ملی۔ اُحد میں اس کا بیٹا بھی مارا گیا تھا۔ اس بڑھیا کی آنکھوں میں موتیابند اتر رہا تھا۔ اور اس کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ وہ عورتوں کے آگے کھڑی ہو گئی اور ادھر اُدھر دیکھنے لگی اور معلوم کرنے لگی کہ رسولِ کریم ﷺ کہاں ہیں؟ سعدؓ بن معاذ نے سمجھا کہ میری ماں کو اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملے گی تو اُسے صدمہ ہوگا۔ اس لئے انہوں نے چاہا رسولِ کریم ﷺ اسے حوصلہ دلائیں اور تسلی دیں۔ اس لئے جونہی ان کی نظر اپنی والدہ پر پڑی انہوں نے کہا، یارسول اللہ میری ماں، یارسول اللہ میری ماں۔ آپ نے فرمایا بی بی! بڑا افسوس ہے کہ تیرا لڑکا اس جنگ میں شہید ہو گیا ہے۔ بڑھیا کی نظر کمزور تھی اس لئے وہ آپ کے چہرہ کو نہ دیکھ سکی وہ ادھر اُدھر دیکھتی رہی آخر کار اس کی نظر آپؐ کے چہرہ پر ٹِک گئی وہ آپؐ کے قریب آئی اور کہنے لگی یارسول اللہ ﷺ! جب مَیں نے آپؐ کو سلامت دیکھ لیا ہے تو آپ سمجھیں کہ مَیں نے مصیبت کو بُھون کر کھا لیا۔

اب دیکھو وہ عورت جس کے بڑھاپے میں عصائے پیری ٹوٹ گیا تھا کس بہادری سے کہتی ہے کہ میرے بیٹے کے غم نے مجھے کیا کھانا ہے۔ جب رسولِ کریم ﷺ زندہ ہیں تو مَیں اس غم کو بھون کر کھا جاؤں گی، میرے بیٹے کی موت مجھے مارنے کا موجب نہیں ہوگی۔ بلکہ یہ خیال کہ رسولِ کریم ﷺ زندہ ہیں اور آپؐ کی حفاظت کے سلسلہ میں میرے بیٹے نے اپنی جان دی ہے میری قوت بڑھانے کا موجب ہوگا۔ تو دیکھو عورتوں کی یہ عظیم الشان قربانی تھی جس سے اسلام دنیا میں پھیلا۔

اس زمانہ میں بھی دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عورتوں کی قربانیاں دین کی خاطر کم نہیں ہیں۔ 1920ء میں مَیں نے جب مسجد برلن کے لئے چندہ کی تحریک کی تو جماعت کی عورتوں نے جو اس وقت تعداد میں اتنی بھی نہیں تھیں جتنی تم یہاں بیٹھی ہو۔ اپنے زیور اتار اتار کر رکھ دیئے اور کہا انہیں بیچ کر رقم حاصل کر لیں اور مسجد فنڈ میں دے دیں۔ (اس تقریر کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ جب مَیں نے یہ تحریک کی تھی تو اُمّ طاہر کی والدہ زندہ تھیں۔ اُنہوں نے اسی وقت اپنی بیٹیوں اور بہوؤں کو بلایا اور کہا کہ سب زیور اتار کر رکھ دو۔ مَیں یہ سب زیور مسجد برلن میں چندہ کے طور پر دُوں گی۔ چنانچہ وہ سب زیور بیچ کر مسجد برلن کے چندہ میں دے دیا گیا)

غرض اس وقت عورتوں نے اس قدر قربانی کی تھی کہ انہوں نے ایک ماہ کے اندر اندر ایک لاکھ روپیہ مسجد کے لئے جمع کر دیا۔ اور اس چیز کا غیروں پر گہرا اثر ہوا۔ وہ جب بھی احمدیوں سے ملتے تو اس چیز کا ذکر کرتے اور کہتے ہم پر اس چیز کا بہت اثر ہے۔ اب تم اُن سے بہت زیادہ ہو اگر تم میں وہی ایمان پیدا ہو جائے جو 1920ء کی عورتوں کے اندر تھا تو تم ایک لاکھ نہیں پانچ لاکھ روپیہ ایک ماہ میں جمع کر سکتی ہو۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ایمان پیدا کیا جائے۔

جب تقسیم مُلک ہوئی اور ہم ہجرت کر کے پاکستان آئے تو جالندھر کی ایک عورت مجھے ملنے کے لئے آئی۔ رتن باغ میں ہم مقیم تھے۔ وہیں وہ آ کر ملی اور اپنا زیور نکال کر کہنے لگی کہ حضور میرا یہ زیور چندے میں دے دیں۔ مَیں نے کہا۔ بی بی! عورتوں کو زیور کا بہت خیال ہوتا ہے۔ تمہارے سارے زیور سکھّوں نے لُوٹ لئے ہیں۔ یہی ایک زیور تمہارے پاس ہے تم اسے اپنے پاس رکھو۔ اس پر اس نے کہا حضور! جب میں ہندوستان سے چلی تھی تو مَیں نے عہد کیا تھا کہ مَیں امن سے لاہور پہنچ گئی تو میں اپنا یہ زیور چندہ میں دُوں گی۔ آپ مجھے اسے اپنے پاس رکھنے پر مجبور نہ کریں۔ چنانچہ اس عورت نے اپنا زیور چندہ میں دے دیا۔ اب وہ عورت زندہ ہے۔ مشرقی پنجاب سے جو عورتیں پاکستان آئی تھیں ان میں ہزاروں ایسی ملیں گی جو لُٹی لٹائی پاکستان پہنچی ہیں۔ کئی جگہوں پر تو سکھّوں نے اُن سے زیور اور دوسری چیزیں چھین لیں اور بعض جگہوں پر خود انہوں نے ڈر کے مارے اپنے زیورات اور نقدی پھینک دی تا کہ اُن کے لالچ سے ان پر حملہ آور نہ ہوں اور وہ امن سے پاکستان پہنچ جائیں۔ مگر اس عورت کا صرف ایک ہی زیور بچا اور وہ بھی اس نے اسلام کی خدمت کے لئے پیش کر دیا۔

غرض اسلام میں عورتوں نے ہمیشہ سے قربانیاں کی ہیں اور اب بھی کرتی چلی جاتی ہیں اور اگلے جہان میں بھی اسلام نے عورتوں کے درجہ کو بلند کیا ہے۔ چنانچہ اسلام کہتا ہے کہ جو عورت مومن ہو، نمازوں کی پابند ہو، زکوٰۃ دیتی ہو، ہم اُسے جنّت میں اونچے مقام پر رکھیں گے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی رُوح کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ مَیں جب یورپ گیا تو مجھ پر بھی ایک عیسائی عورت نے یہی اعتراض کیا۔ مَیں نے اُسے جواب دیا کہ یہ الزام غلط

ہے۔اسلام عورت کے حقوق کو کلّی طور پر تسلیم کرتا ہے بلکہ اُس نے رُوحانی اور اُخروی انعامات میں بھی عورت کو برابر کا شریک قرار دیا ہے۔اِس پر اُس نے شرمندہ ہوتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا کہ حقیقت یہی ہے کہ اسلام پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ عورت میں رُوح کا قائل نہیں، غلط ہے۔

پس اسلام کی تاریخ ہی نہیں دوسرے مذاہب کی تاریخ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ عورتوں نے مذہب کی بہت بڑی خدمت کی ہے اور عورتیں وہ تمام کام کر سکتی ہیں جو مرد کر سکتے ہیں۔وہ تبلیغ بھی کر سکتی ہیں۔اور تاریخ بتاتی ہے کہ جب لڑائی کا موقع آیا تو وہ لڑائی بھی کرتی رہی ہیں۔

جب قادیان میں ہندوؤں اور سکھوں نے حملہ کیا تو شہر کے باہر کے ایک محلّہ میں ایک جگہ پر عورتوں کو اکٹھا کیا گیا اور ان کی سردار بھی ایک عورت ہی بنائی گئی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی۔اس عورت نے مردوں سے بھی زیادہ بہادری کا نمونہ دکھایا۔ان عورتوں کے متعلق یہ خبریں آئیں تھیں کہ جب سکھ اور ہندوؤں کو جو تلواروں اور بندوقوں سے اُن پر حملہ آور ہوتے تھے بھگا دیتی تھیں اور سب سے آگے وہ عورت ہوتی تھی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی اور اُن کی سردار بنائی گئی تھی۔اب بھی وہ عورت زندہ ہے لیکن اب وہ بوڑھی اور ضعیف ہو چکی ہے۔وہ عورتوں کو سکھاتی تھی کہ اِس اِس طرح لڑنا چاہئے اور لڑائی میں ان کی کمان کرتی تھی۔

غرض کوئی بھی کام ایسا نہیں جو عورت نہیں کر سکتی۔وہ تبلیغ بھی کر سکتی ہے۔وہ پڑھا بھی سکتی ہے......وہ لڑائی میں بھی شامل ہو سکتی ہے اور اگر مال اور جان کی قربانی کا سوال ہو تو وہ ان کی قربانی بھی کر سکتی ہے اور بعض کام وہ مردوں سے بھی لے سکتی ہے۔مرد بعض دفعہ کمزوری دکھا جاتے ہیں۔اُس وقت جو غیرت عورت دکھاتی ہے وہ کوئی اَور نہیں دکھا سکتا۔

چند دن ہوئے میرے پاس ایک لڑکا آیا وہ جالندھر کا رہنے والا تھا اور اس کا نانا وہاں پیر تھا اور احمدیت کا سخت مخالف تھا۔وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مَیں فلاں کا نواسہ ہوں۔مَیں نے کہا مَیں تمہارے نانا کو جانتا ہوں اور مجھے یاد ہے کہ تمہاری ماں قادیان میں مجھے ملنے آیا کرتی تھی۔اُس نے کہا یہ بات درست ہے۔اب وہ فوت ہو چکی ہے اور قادیان میں بہشتی مقبرہ میں دفن ہیں۔مَیں نے کہا اب تم کس طرح یہاں آئے ہو۔اس نے کہا مَیں ابھی بچہ ہی تھا کہ میری ماں میرے کان میں ہمیشہ یہ بات ڈالتی تھی کہ بیٹا! مَیں نے دین کی خدمت کے لئے تمہیں وقف کرنا ہے چنانچہ امریکن وفد جو پاکستان آیا تھا۔اس کے ذریعہ مَیں نے سل کے ٹیکے کا کام سیکھا اور اب مَیں ایک اچھے سرکاری عہدہ پر ہوں مگر دل میں ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ میری والدہ کی یہ خواہش تھی کہ مَیں اپنی زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف کروں۔مَیں نے اس بات کا اپنے باپ سے بھی ذکر کیا تو انہوں نے کہا مَیں تمہاری والدہ کی خواہش میں روک نہیں بننا چاہتا، تم بڑی خوشی سے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرو۔اب مَیں یہاں آیا ہوں کہ حضور میرا وقف قبول فرمائیں اور مجھے کسی دینی خدمت پر لگائیں۔اب دیکھو وہ عورت قادیان میں بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ 1946ء میں یا اس سے پہلے فوت ہوئی ہوگی۔اب اس کی وفات پر دس بارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس نے بچپن سے ہی اپنے بیٹے کے کان میں جو بات ڈالی تھی وہ اب بھی اس کے دل و دماغ سے نہیں نکلی۔وہ چھوٹا سا تھا جب اس نے اپنے بیٹے کے کان میں یہ بات ڈالنی شروع کی کہ مَیں نے تمہیں دین کی خاطر وقف کرنا ہے۔بعد میں وہ جوان ہوا۔گریجویٹ بنا اور پھر اس نے سل کا امریکن ڈاکٹروں سے علاج سیکھا اور اس کے بعد ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز ہوا،لیکن اس کے ذہن سے یہ بات نہ نکلی کہ اس کی ماں کی یہ خواہش تھی کہ اس نے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرنی ہے۔غرض عورت نہ صرف خود قربانی کر سکتی ہے بلکہ مردوں کو بھی دین کی خدمت کیلئے تیار کر سکتی ہے۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ اسلامی لشکر کا مقابلہ عیسائی لشکر سے ہوا۔عیسائی لشکر زیادہ طاقتور تھا اور اسلامی لشکر کمزور تھا۔اس لئے وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان سپاہیوں کی سواریاں پیچھے کی طرف بھاگیں۔اس اسلامی لشکر کے کمانڈر یزید بن ابوسفیان تھے اور ان کے باپ ابوسفیان بھی انکے ساتھ تھے۔وہ بھی پیچھے کی طرف بھاگے،فوج کے پیچھے عورتیں تھیں اور اُن عورتوں میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی تھی جو اسلام لانے سے پہلے اسلام کی اتنی دشمن تھی کہ ایک دفعہ جب جنگ میں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو اُس نے اُن کا کلیجہ نکالنے والے کے لئے انعام مقرر کیا۔ہندہ نے جب دیکھا کہ اسلامی لشکر کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں اور مسلمان سپاہی پیچھے

کی طرف بھاگے آ رہے ہیں تو اس نے عورتوں کو جمع کیا اور کہا کہ تمہارے مردوں نے اسلام سے غداری کی ہے اور وہ دشمن کے آگے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں اب تمہارا کام ہے کہ تم انہیں روکو۔عورتوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو کوئی ہتھیار نہیں ہے ہم انہیں کیسے روک سکتی ہیں۔ ہندہ نے کہا خیمے توڑ دو اور بانس نکال لو اور جو سپاہی پیچھے آئے اس کی اونٹنی یا گھوڑے کو بانس مار مار کر پیچھے موڑ دو۔اور کہو بے حیاؤ واپس جاؤ اور دشمن سے لڑو۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو ہم عورتیں دشمن کا مقابلہ کریں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب اسلامی لشکر عورتوں کے قریب پہنچا تو انہوں نے خیموں کے بانس نکال لئے اور اُن کی سواریوں کے مونہوں پر مارنے لگیں۔ ہندہ نے بھی ایک بانس ہاتھ میں لیا اور ابوسفیان کی سواری کو مارا، اور کہا بے حیا جب مشرکین مکہّ اسلام کے مقابلہ کے لئے جاتے تھے تو اُن کے لشکر کا کمانڈر رہوا کرتا تھا۔ اب مسلمان ہونے کے بعد تجھے اسلام کی خاطر لڑنا پڑا ہے تو پیچھے بھاگ آیا ہے۔ اسی طرح اس نے اپنے بیٹے کی سواری کو بھی بانس مارا۔اور اسے پیٹھ دکھانے پر ملامت کی۔ ابوسفیان کی غیرت نے بھی جوش مارا اور اس نے اپنے بیٹے یزید سے کہا بیٹا واپس چلو، عیسائیوں کا لشکر ہم سے بہت طاقتور ہے مگر اُن کے ہاتھوں مارا جانا برداشت کیا جا سکتا ہے لیکن اِن عورتوں کے ڈنڈے نہیں کھائے جا سکتے۔ چنانچہ اسلامی لشکر واپس آ گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے فتح دے دی۔

مَردوں کو قربانی پر آمادہ کرو

پس جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے مردوں سے کام لینا بھی عورتوں کو آتا ہے۔ وہ انہیں تحریک کرکے قربانی کے لئے آمادہ کرسکتی ہیں اور اسکی ہمارے ہاں بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔عورتوں نے اپنے مردوں کو تحریک کی اور انہوں نے قربانیاں کیں۔ آخر دیکھ لو، ہمارے کئی مبلغ ایسے ہیں جو دس دس پندرہ پندرہ سال تک بیرونی ممالک میں فریضۂ تبلیغ ادا کرتے رہے اور وہ اپنی نئی بیاہی ہوئی بیویوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ ان عورتوں کے اب بال سفید ہو چکے ہیں ،لیکن انہوں نے اپنے خاوندوں کو کبھی یہ طعنہ نہیں دیا کہ وہ انہیں شادی کے معاً بعد چھوڑ کر لمبے عرصے کے لئے باہر چلے گئے تھے۔ ہمارے ایک مبلغ مولوی جلال الدین صاحب شمس ہیں۔ وہ شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی یورپ تبلیغ کے لئے چلے گئے تھے۔ ان کے واقعات سن کر بھی انسان کو رقت آ جاتی ہے۔ ایک دن اُن کا بیٹا گھر آیا اور وہ اپنی والدہ سے کہنے لگا امّاں ! ابّا کسے کہتے ہیں؟ سکول میں سارے بچے ابّا ابّا کہتے ہیں۔ ہمیں پتہ نہیں کہ ہمارا ابّا کہاں گیا ہے کیونکہ وہ بچے ابھی تین تین چار چار سال کے ہی تھے کہ شمس صاحب یورپ تبلیغ کے لئے چلے گئے اور جب وہ واپس آئے تو وہ بچے 17,17-18,18 سال کے ہو چکے تھے۔ اب دیکھ لو یہ اُن کی بیوی کی ہمت کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ ایک لمبا عرصہ تک تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ اگر وہ انہیں اپنی درد بھری کہانیاں لکھتی رہتی تو وہ یا تو خود بھاگ آتے یا سلسلہ کو مجبور کرتے کہ انہیں بلا لیا جائے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض عورتوں نے اس بارہ میں کمزوری بھی دکھائی ہے۔ ان کے خاوندوں کو باہر گئے ابھی دو سال ہی ہوئے تھے کہ انہوں نے دفتر کو لکھنا شروع کیا کہ یا تو ہمارے خاوندوں کو واپس بلا دو یا ہم انہیں لکھیں گی کہ وہ کام چھوڑ کر آ جائیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری عورتیں کمزور ہوتی ہیں۔ اگر بعض عورتیں کمزور ہوتی ہیں تو بعض مرد بھی کمزور ہوتے ہیں۔ کمزوری دکھانے میں عورتیں منفرد نہیں بلکہ مردوں میں سے بھی ایک حصہ کمزوری دکھا جاتا ہے۔ غرض کمزوری کو دیکھو تو مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ اور اگر قوت کو دیکھو تو مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، عشق اور قربانی کو دیکھو تو دونوں برابر ہیں، غیرت کو دیکھو تو دونوں برابر ہیں، غرض کسی کام کو دیکھو جس ہمت سے اسے مرد کر سکتے ہیں اسی ہمت سے اسے عورتیں بھی کر سکتی ہیں۔ اسلئے اگر عورت اپنے فرض کو پہچانے اور مضبوطی سے اپنے ایمان پر قائم رہے تو کسی کی طاقت نہیں کہ وہ احمدیت کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔ یہی بات دیکھ لو کہ اگر موجودہ منافقوں کی بیویاں رسولِ کریم ﷺ کے زمانہ کی عورتوں جیسا نمونہ دکھائیں تو کیا ان کو منافقت دکھانے کی جرأت ہو سکتی تھی؟

ایک دفعہ رسولِ کریم ﷺ ایک جنگ کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ ایک صحابیؓ اس وقت موجود نہیں تھے۔ انہیں رسولِ کریم ﷺ نے کسی کام کے لئے باہر بھیجا ہوا تھا وہ مدینہ آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ اپنے صحابہؓ کو ساتھ لے کر لڑائی کے لئے باہر جا چکے ہیں۔ وہ ایک لمبا عرصہ باہر رہے تھے انہیں اپنی بیوی سے جو نوجوان اور خوبصورت تھی بہت محبت تھی انہوں

نے چاہا کہ گھر جا کر اس سے پیار کرلیں چنانچہ وہ گھر آئے ان کی بیوی کوئی کام کر رہی تھی ۔ وہ آگے بڑھے اور اسے پیار کرنا چاہا ۔ اس نے انہیں دیکھتے ہی دھکا دے کر پیچھے پھینک دیا اور کہنے لگی تمہیں شرم نہیں آتی خدا تعالیٰ کا رسول تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر رومی حکومت سے لڑنے کے لئے گیا ہوا ہے اور تجھے اپنی بیوی سے پیار سوجھ رہا ہے ۔ اس صحابیؓ کو بیوی کے اس فقرہ سے سخت چوٹ لگی ۔ وہ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو گئے اور جدھر اسلامی لشکر گیا تھا ادھر روانہ ہو گئے اور رسول کریم ﷺ سے جا ملے ۔ اگر ان منافقوں کی بیویاں بھی اسی قسم کا اخلاص دکھاتیں تو اُن کے مردوں کو منافقت دکھانے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی تھی ۔

ایک منافق کا سالا یہاں آیا تھا ۔ مَیں نے اسے کہا تھا کہ تم میاں بشیر احمد صاحبؓ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ہم نے ان لوگوں کو کس کس طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے ۔ چنانچہ وہ میاں بشیر احمد صاحبؓ کے پاس گیا اور انہوں نے تفصیل کے ساتھ تمام باتیں اسے سمجھائیں ۔ بعد میں اس نے بتایا کہ اپنی بہن کے پاس گیا تھا میں اسے کہہ کر آیا ہوں کہ ہمارا باپ مر گیا تو ہم نے اسے کون سا بچا لیا تھا ۔ اسی طرح اگر تیرے خاوند نے توبہ نہ کی اور اس نے معافی نہ مانگی تو ہم تجھے بھی مردہ سمجھ لیں گے ۔ لیکن اگر تو اپنے خاوند سے قطع تعلق کر لے تو میرا گھر تیرا گھر ہے تو میرے پاس آجائے تو میں تیرا سارا بوجھ اٹھا لوں گا لیکن اگر تو اپنے خاوند سے قطع تعلق نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی رہے تو پھر میں تیرا منہ بھی نہیں دیکھوں گا ۔ غرض ایسے رشتہ دار بھی موجود ہیں جنہوں نے دین کی خاطر اپنے رشتہ داروں سے بے تعلقی کا اظہار کیا ۔ مگر وہ عورتیں بھی ہیں جو منافقت میں اپنے خاوندوں کے ساتھ ہیں ۔ بلکہ وہ خیال کرتی ہیں کہ اگر ان کے خاوند منافقت میں کچھ اور ترقی کر لیں تو شاید انہیں فائدہ پہنچ جائے ۔

غرض اِسلام کا کوئی پہلو لے لو ۔ اس میں عورت مرد سے پیچھے نہیں ۔ تم اپنے دلوں سے اس خیال کو دور کر دو جو بعض بیوقوف مردوں نے ڈالا ہے کہ عورت بڑی مظلوم ہے ۔ تم مظلوم نہیں ہو بلکہ خدا تعالیٰ نے تمہیں وہ حکومت بخشی ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حکومت نہیں ٹھہر سکتی ۔ پاکستان کی حکومت کو دیکھ لو کئی لوگ ایسے ہیں جو اسے گالیاں دیتے ہیں ۔ مگر بیوی کی حکومت کو کوئی گالی نہیں دیتا ۔ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ تو اپنی بیوی سے محبت اور پیار نہ کر تو وہ کہے گا کہ تو بڑا خبیث ہے ، تو میرے گھر میں فتنہ ڈالنا چاہتا ہے میں تیری بات نہیں مان سکتا ۔ لیکن اگر اسی شخص کے سامنے کوئی پاکستان کے عہدہ دار کے متعلق کہے کہ وہ بڑا گندہ ہے تو شائد وہ اس کی تصدیق کرنے لگ جائے ۔ غرض کوئی شخص اپنی بیوی کی حکومت کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا ۔

پس تمہیں خدا تعالیٰ نے بڑا اچھا موقع دیا ہے ۔ آج تم ویسی ہی خدمات کر سکتی ہو جیسی رسول کریم ﷺ کی صحابیاتؓ نے کیں ۔ تم ویسی ہی خدمات کر سکتی ہو جیسی حضرت ہاجرہؓ نے کیں ۔ تم ویسی ہی خدمات کر سکتی ہو جیسی کرشنؑ کی گوپیوں نے کیں ۔ تم ویسی ہی خدمات کر سکتی ہو جیسی حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریمؑ نے کیں ۔ حضرت عیسیٰؑ کے حالات سے بھی پتہ لگتا ہے کہ ان کی زیادہ تر خدمت عورتوں نے ہی کی ہے ۔ جب حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت بڑھ گئی تو انجیل میں آتا ہے کہ ایک عورت آپؑ کے پاس آئی اور اس نے بڑا قیمتی عطر آپ کے پیروں پر ڈالا پھر اس نے اپنے بال کھولے اور ان بالوں سے آپ کے پاؤں پونچھنے شروع کئے ۔

(یوحنا باب 11 آیت2)

لوگوں نے کہا یہ کتنی بیوقوف عورت ہے اس نے عطر ضائع کیا ہے ۔ اس عطر کی قیمت سے کئی غریب پل سکتے تھے ۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اس عورت کو کیوں دق کرتے ہو اس نے تو میرے ساتھ بھلائی کی ہے کیونکہ غرباء تو ہمیشہ تمہارے پاس رہیں گے لیکن میں تمہارے پاس ہمیشہ نہیں رہوں گا ۔

(متی باب 26آیت 6تا 13)

پھر جب آپؑ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو آپؑ کے پاس آپ کی والدہ حضرت مریمؑ کے علاوہ تین چار عورتیں بھی تھیں ۔

(مرقس باب 15آیت 40)

عیسائی کتب میں اس واقعہ کی جو تصاویر دی گئی ہیں ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ نے بہت ضبط سے کام لیا ہے اور ان کی آنکھ میں آنسو

نہیں آئے۔ لیکن دوسری عورتوں کی آنکھوں سے آنسوڈھلک رہے ہیں۔ پھر انجیل میں آتا ہے کہ جب تین دن کے بعد حضرت مسیحؑ قبر سے نکالے گئے تو سب سے پہلے عورتیں ہی ان کے پاس آئیں، مرد نہیں آئے۔

(مرقس باب16)

پھر جب آپ پھانسی کی سزا سے بچ کر ادھر اُدھر چھپتے پھرتے تھے تو تاریخ میں آتا ہے کہ ہر جگہ جہاں آپ پہنچتے عورتیں وہاں پہنچ جاتیں اور آپ سے دین کی باتیں سیکھتیں۔ مرد ڈر کے مارے آپؑ کے قریب نہیں آتے تھے۔

(یوحنا باب 20۔ آیت 19)

گویا انجیل سے بھی پتہ لگتا ہے کہ ابتدائے عیسائیت میں عورتوں کی قربانی مردوں سے زیادہ تھی جب مرد حکومت کی گرفت سے ڈر گئے تو عورتیں نہیں ڈریں۔ وہ ہر جگہ پولیس اور فوج کے پہرہ کو چیرتی ہوئی حضرت عیسیٰؑ کے پاس پہنچ جاتیں اور آپ کے قدموں میں بیٹھ کر دین کی تعلیم حاصل کرتیں۔

غرض ہر مذہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ عورتوں نے بڑا کام کیا ہے میں نے بتایا ہے کہ برلن کی مسجد کی تحریک ہوئی تو اس وقت کی احمدی عورتوں نے ایک ماہ کے اندر اندر ایک لاکھ روپیہ جمع کر دیا۔ اب تم ہیگ کی مسجد کے لئے کوشش کر رہی ہو، مگر افسوس کہ تم اتنی کوشش نہیں کر رہیں جتنی 1920ء میں برلن کی مسجد کے لئے عورتوں نے کی تھی۔ حالانکہ تم اس وقت ان سے پندرہ بیس گنا زیادہ ہو۔ انہوں نے اس وقت ایک لاکھ روپیہ دیا تھا مگر تم نے ابھی ستر ہزار روپیہ جمع کیا ہے اور پھر ان کے جمع کردہ چندہ سے برلن میں جو زمین خریدی گئی تھی وہ جب بیچی گئی تو پچاس ہزار روپیہ اصل قیمت سے زیادہ ملا۔ اور اس روپیہ سے لنڈن کی مسجد بن گئی گویا لنڈن کی مسجد بھی انہی عورتوں کے روپیہ سے بنی ہے۔ برلن میں مسجد تعمیر نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ جرمن کی حکومت نے بعض ایسی شرائط لگا دی تھیں۔ جن کی وجہ سے مسجد کی تعمیر پر بہت زیادہ روپیہ خرچ آتا تھا۔ اس لئے ہم نے مسجد کے لئے جو جگہ خریدی تھی اسے بیچ دیا جو روپیہ بچا اس سے لنڈن کی مسجد بنائی گئی گویا برلن کی مسجد کے لئے بھی عورتوں نے چندہ دیا، لنڈن کی مسجد بھی انہی کے روپیہ سے بنی اور ہیگ کی مسجد کے لئے بھی عورتیں روپیہ جمع کر رہی ہیں۔ مرد ابھی تک ہمبرگ کی مسجد کے لئے بھی روپیہ جمع نہیں کر سکے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت گو بظاہر کمزور نظر آتی ہے مگر جب وہ قربانی پر آجائے تو مرد سے زیادہ قربانی کرتی ہے۔ دیکھ لو ماں جتنی قربانی اپنے بچے کے لئے کرتی ہے اس قدر قربانی مرد نہیں کر سکتا۔

میں نے بچپن میں ایک کہانی پڑھی تھی کہ ایک عورت کے بچہ کو عقاب اُٹھا کر لے گیا اور عقاب نے اس بچہ کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر رکھ دیا۔ وہ پہاڑی ایسی سیدھی تھی کہ کوئی اُس پر چڑھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن ماں نے جب دیکھا کہ عقاب نے اس کا بچہ اس پہاڑی کی چوٹی پر رکھ دیا ہے تو وہ پاگلوں کی طرح اس پہاڑی پر چڑھ گئی اور اُسے پتہ بھی نہ لگا کہ وہ پہاڑی اُونچی اور سیدھی تھی اور اس پر چڑھنا مشکل ہے۔ پہاڑی پر جا کر اُس نے بچہ کو پیار کیا اور اُسے دودھ پلایا۔ پھر جب نیچے اُترنے لگی تو ڈری اور شور مچانے لگی۔ اس پر ارد گرد کے لوگ آئے اور انہوں نے رسّے ڈال ڈال کر اور کیلیں گاڑ گاڑ کر بڑی مشکل سے اُسے پہاڑی سے نیچے اُتارا۔ لیکن جس وقت اس کا بچہ خطرہ میں تھا اُسے کوئی ہوش نہیں تھی۔ اور وہ بڑی آسانی کے ساتھ اس پہاڑی پر چڑھ گئی۔ تو اگر عورت کی محبت واقعہ میں جوش میں آجائے تو وہ بڑی سے بڑی قربانی کر لیتی ہے بچہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُسکے اندر ایک ایسا مادہ پیدا کیا ہے جو مرد کے اندر نہیں پایا جاتا جب وہ مادہ جوش میں آجائے تو عورت بڑی سے بڑی قربانی کر لیتی ہے۔ اصل چیز تو وہ ہے اگر مادہ موجود ہو تو پھر قربانی کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص کی جیب میں پانچ روپے ہوں تو ان روپوں سے تمبا کو بھی خرید سکتا ہے اور انہیں خدا تعالیٰ کے رستہ میں بھی دے سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کو قربانی کا جو مادہ دیا ہے اس کو وہ بچہ کے لئے بھی استعمال کر سکتی ہے اور خدا تعالیٰ کی خاطر بھی استعمال کر سکتی ہے جس طرح وہ شخص جس کی جیب میں روپے موجود ہوں وہ اس سے ضروریات زندگی بھی خرید سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں بھی خرچ کر سکتا ہے اسی طرح عورت کے اندر قربانی کا مادہ موجود ہے وہ اُسے بچہ کے لئے بھی خرچ کر سکتی ہے اور خدا تعالیٰ کی خاطر بھی خرچ کر سکتی ہے۔ جب وہ جوش میں آجائے تو دُنیا کی کوئی طاقت نہیں جو انہیں قربانی کرنے سے روک سکے۔ وہ بچوں کی اعلیٰ پرورش کرتی ہیں، اُن کی تربیت کرتی ہیں اور

ضرورت پڑے تو مردوں کو غیرت دلاتی ہیں اور انہیں قربانی کے لئے تیار کرتی ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ 1917ء میں ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری قادیان آئے اور وہاں ایک جلسہ ہوا۔ پانچ چھ ہزار غیر احمدی وہاں جمع ہوا۔ اس وقت قادیان میں احمدی بہت تھوڑے تھے اور شہر کی آبادی بھی کم تھی 1947ء میں جب ہم قادیان سے نکلے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں سترہ اٹھارہ ہزار احمدی تھے۔ لیکن اس وقت ہزار بارہ سو کے قریب احمدی تھے اور اُن کے مقابلہ میں چھ سات ہزار غیر احمدی جمع ہوگئے تھے انہوں نے رستے روک لئے تھے اور چلنا مشکل ہوگیا تھا۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب نے خیال کیا کہ انہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور انہوں نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت بُرا بھلا کہا۔ قادیان کے قریب ایک گاؤں بھینی ہے۔ وہاں کی ایک احمدی عورت اُن کے جلسہ کے قریب کھڑی تھی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیں اور تمام احمدی مرد بیٹھے رہے تو اُس نے مولوی صاحب کو پنجابی میں گالی دے کر کہا۔

''تیرے دادے داڑھی ہگیا تُوں حضرت صاحب نوں گالیاں دینا ایں''۔

اس پر غیر احمدی جوش میں آگئے اور اس عورت کو مارنے کے لئے اُٹھے۔ بعض احمدی اُسے بچانے لگے تو دوسرے احمدیوں نے کہا ایسا نہ کرو، حضرت صاحب نے احمدیوں کو فساد سے منع کیا ہوا ہے۔ مجھے پتہ لگا تو مَیں اُن پر خفا ہوا اور مَیں نے کہا یہاں تو ایک عورت کی عزّت کا سوال تھا۔ اس سے تمہیں کس نے روکا تھا۔ تمہیں شرم نہ آئی کہ حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دی گئیں تو تم مردوں میں سے کسی کو بھی غیرت نہ آئی۔ لیکن اس عورت کو غیرت آئی اور اُس نے اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی کہ غیر احمدی کتنی تعداد میں جمع ہیں اور وہ اُسے ماریں گے۔ اُس نے اُسی وقت کھڑے ہوکر مولوی ثناء اللہ صاحب کو کہا کہ تیرے دادے داڑھی ہگیا تُوں حضرت صاحب نوں گالیاں دینا ایں۔ تمہیں تو اس عورت کو بچانے کیلئے اپنی جانیں قربان کردینی چاہیئے تھیں۔ اور اگر تم ایسے کرتے تو میں بہت خوش ہوتا۔ اب دیکھو وہ بھی ایک عورت تھی جس نے اس موقعہ پر بہادری دکھائی۔ اس وقت ہزار بارہ سو احمدی بھی ڈرتے تھے کہ اگر انہیں کچھ کہا تو غیر احمدی انہیں ماریں گے۔ لیکن وہ کھڑی ہوگئی اور اس نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو روک دیا۔ اس نے اس بات کی پرواہ نہ کی کہ سارے کا سارا مجمع اُس پر ٹوٹ پڑے گا اور اس کی جان ضائع ہوجائے گی۔

اپنی طاقتوں کو صحیح رنگ میں استعمال کرو

غرض اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ہر قسم کی قربانی کی توفیق دی ہوئی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنی طاقتوں کو سمجھو اور انہیں استعمال کرو۔ اگر تم اپنی طاقتوں کو سمجھو اور انہیں استعمال کرنا سیکھ لو تو تمہارے مقابلہ پر بڑی سے بڑی طاقت بھی ٹھہر نہیں سکتی۔ بلکہ مرد بھی تم سے طاقت حاصل کریں گے۔ گویا تمہاری مثال دیا سلائی کی سی ہوگی اور مرد کی مثال تیل کے پیپے کی سی۔ جب تم دیا سلائی سے آگ لگاؤ گی تو وہی مرد جو بُزدلی کی وجہ سے کونہ میں کھڑا ہوگا جوش میں آجائے گا اور جس طرح آگ کی وجہ سے تیل بھڑک اُٹھتا ہے تمہارے غیرت دلانے سے وہ بھی بھڑک اُٹھے گا اور پھر کسی روک اور مصیبت کی پرواہ نہیں کرے گا اور قربانی کرتا چلا جائے گا۔

مَیں جب بچہ تھا تو حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے ایک ہوائی بندوق خرید کر دی تھی اور ہم اُس سے جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے۔ ایک دن ہم شکار کے لئے باہر گئے تو ایک سکھ لڑکا میرے پاس آیا ان دنوں اردگرد کے دیہات میں بڑی مخالفت تھی اور وہاں شکار کے لئے جانا مناسب نہیں تھا۔ لیکن اس لڑکے کو بھی شکار کا شوق تھا۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے گاؤں چلیں، وہاں بہت فاختائیں ہیں ہم اُن کا شکار کریں گے چنانچہ مَیں اُس کے ساتھ اُس کے گاؤں چلا گیا۔ وہاں وہ سکھ لڑکا میرے آگے آگے چلتا تھا اور مجھے بتاتا تھا کہ وہ فاختہ بیٹھی ہے اس کو مارو۔ اتنے میں ایک سِکھ عورت باہر نکلی اور اس لڑکے کو مخاطب کرکے کہنے لگی

''تینوں شرم نہیں آندی کہ تُو مُسلیاں کولوں جیو ہتیا کراندا ایں''۔

یعنی تمہیں شرم نہیں آتی کہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر جانور مرواتے

ہو۔اُس عورت کا یہ کہنا تھا کہ وہ سکھ لڑکا کھڑا ہو گیا اور بڑے غصہ سے کہنے لگا،تم کون ہوتے ہو یوں شکار کرنے والے۔حالانکہ وہ خود ہمیں وہاں لے گیا تھا۔اب دیکھو وہ لڑکا صرف اس عورت کی بات کی وجہ سے ہمارے مقابلہ پر کھڑا ہو گیا۔اور اس نے اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہ کی کہ وہ ہمیں خود ساتھ لے گیا ہے۔پس عورت کی آواز میں ایک جوش ہوتا ہے اور مرد میں اس کے لئے جذبۂ احترام اور ادب ہوتا ہے۔چاہے کوئی مرد کتنا برا ہو جونہی اس کے کان میں عورت کی آواز پڑتی ہے وہ کھڑا ہو جاتا ہے۔

جب بغداد میں خلافت بہت کمزور ہوگئی اور مسلمانوں کی طاقت ٹوٹ گئی تو اس وقت عیسائیوں نے فلسطین میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔وہاں ایک عورت باہر نکلی تو عیسائیوں نے اس کی بے عزّتی کی۔اسے علم نہیں تھا کہ مسلمانوں کی بادشاہت ختم ہو چکی ہے اُس نے اونچی آواز میں کہا یا امیر المومنین میری مدد کو پہنچو۔اس وقت امیر المومنین کی یہ حالت تھی کہ وہ دوسری طاقت کا ایک قیدی تھا اور سوائے دربار کے اس کی کہیں حکومت نہیں تھی۔لیکن اس عورت کو اس بات کا کوئی علم نہیں تھا۔اس نے سنا ہوا تھا کہ امیر المومنین کی ہی حکومت ہوتی ہے۔اتفاقاً اس کے پاس سے ایک قافلہ گزر رہا تھا جو تجارت کے لئے اس طرف گیا تھا۔انہوں نے اس عورت کی آواز کو سنا۔جب وہ قافلہ بغداد پہنچا تو لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے قافلہ والوں سے کہا کہ کوئی تازہ خبر سناؤ۔اس پر انہوں نے کہا کہ ہم فلسطین میں سے آرہے تھے کہ عیسائیوں نے ایک عورت کو قید کر لیا۔اور اس کی بے عزتی کی تو اُس نے بلند آواز میں کہا یا امیر المومنین! مَیں امیر المومنین کو اپنی مدد کے لئے پکارتی ہوں۔وہ بے چاری اتنا بھی نہیں جانتی تھی کہ امیر المومنین کی کوئی حیثیت نہیں۔وہ خود ایک قیدی ہے اور سوائے دربار کے اسکی کہیں بھی حکومت نہیں۔اس مجمع میں خلیفہ کا ایک درباری بھی کھڑا تھا۔اس نے یہ واقعہ دربار میں بیان کیا اور کہا کہ اِس اِس طرح ایک قافلہ فلسطین سے آیا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ ایک مسلمان عورت کو عیسائیوں نے قید کر لیا ہے اور اس کی بے عزتی کی ہے اور اس عورت نے اپنی مدد کے لئے امیر المومنین کو پکارا ہے۔فلسطین بغداد سے قریباً ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔مگر اس عورت کی آواز خلیفہ کے کان میں پڑی جو خود ایک قیدی کی حیثیت میں تھا تو وہ ننگے پاؤں باہر نکل کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔خدا کی قسم جب تک مَیں اس عورت کو عیسائیوں کے قبضہ سے چھڑاؤں گا نہیں مَیں جوتا نہیں پہنوں گا اور باہر نکل کر اُس نے فوج کو جمع کرنا شروع کیا۔وہ نواب جو خلافت سے بغاوت کر رہے تھے جب انہیں پتہ لگا تو وہ بھی اپنی فوج لے کر آ گئے اور خلیفہ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔اس طرح ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا جس نے فلسطین کی عیسائی حکومت کو شکست دی اور اُس عورت کو آزاد کروایا گیا۔

پس عورت کمزور ہے مگر مردوں کے اندر اس کے لئے ادب اور احترام پایا جاتا ہے۔کیونکہ ہر مرد عورت کا ہی بچہ ہے اور اپنی ماں کے ادب اور احترام کی وجہ سے ہر عورت کو اپنی ماں کی جگہ سمجھتا ہے۔جب وہ دیکھتا ہے کہ اسے اس کی ماں پکار رہی ہے تو وہ فوراً بھاگ پڑتا ہے۔پس اگر احمدی عورتیں قربانی کریں اور اپنے اندر دین کی خدمت کا جذبہ پیدا کریں تو چونکہ تمہاری آواز میں ایک درد ہے،ایک سوز اور گداز ہے۔تم دنیا کے گوشہ گوشہ میں آگ لگا دوگی۔اور گو بظاہر اشاعت دین کا کام مرد کر رہے ہوں گے لیکن حقیقت میں تم ہی یہ کام کروا رہی ہوگی۔پس اگر تم کمرِ ہمت باندھ لو اور دین کی خاطر ہر قربانی کرنے کیلئے آمادہ ہو جاؤ تو مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ابھی تم میں سے بہت سی عورتیں زندہ ہونگی کہ اسلام غالب آجائے گا۔اور تم اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کروگی اور آخرت میں بھی اس کے انعامات کی وارث ہوگی اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگی کہ عیسائیت شکست کھا گئی ہے، اسلام فتح پا گیا ہے۔حضرت عیسیٰؑ کی خدائی ٹوٹ چکی ہے اور رسول کریم ﷺ کی بادشاہی قائم ہو چکی ہے۔پس یہ کام تمہارے اپنے اختیار میں ہے اور اگر تم چاہو تو تم یہ کام بڑی آسانی سے کر سکتی ہو۔

مَیں دُعا کرتا ہوں کہ تم سچّے طور پر اسلام کی خدمت کی توفیق پاؤ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے والی بنو۔"

(الازھارلذوات الخمار حصہ دوم صفحہ 162-186)